لاہور

ہفت روزہ

ندائے خلافت

28

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

6 تا 12 محرم الحرام 1445ھ / 25 تا 31 جولائی 2023ء

محرم الحرام کی اہمیت

محرم کا مہینہ اسلامی تقویم کا پہلا مہینہ ہے جو عظمت و احترام میں بہت ساری نوعیتوں سے دیگر مہینوں پر فوقیت و برتری رکھتا ہے۔ محرم الحرام سے صرف ایک نیا مہینہ ہی شروع نہیں ہوا بلکہ نیا اسلامی و ہجری سال بھی شروع ہوا ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! اس سال کو نوعِ انسانی کے حق میں بالعموم اور مسلمانانِ عالم کے حق میں بالخصوص اور اس خطۂ ارضی کے حق میں، جو تو نے اسلام کے نام پر ہمیں عطا فرمایا تھا اور جو مملکتِ خداداد پاکستان کہلاتا ہے، خاص الخاص طریق پر اپنے فضل اور اپنی رحمت سے امن و سلامتی کا سال بنا اور اس سال میں ہمارے ایمان اور اسلام میں حقیقی رنگ پیدا فرما۔ میں نے مزید یہ دعا بھی کی ہے کہ اس سال کے دوران تیرے علمِ کامل میں جن کی وفات کا وقت قریب آ رہا ہو، اے اللہ! ان کو ایمان پر وفات دیجیو اور جن کے لیے تیرے علمِ ازلی میں مزید مہلتِ عمر طے ہو ان کو اسلام پر قائم رکھیو۔

یومِ عاشورا، (10 محرم الحرام) کی جو اہمیت ہمارے ہاں ہے، اس میں ہمارے دینی تصورات و عقائد کے لحاظ سے عظمت کا پہلو ہے۔ اس ضمن میں بہت سی احادیث صحیحہ کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

آئی ایم ایف اور پاکستان

آرمی چیف کا قرآنی آیات سے مزین خطاب

اسلامی نظام کی نظریاتی اساس (2)

لینڈ انفارمیشن اینڈ مینجمنٹ سسٹم توقعات و خدشات

ماہِ محرم: تاریخ کے جھروکوں سے

کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1044

حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنے لشکر کا معائنہ اور ہدہد کی غیر حاضری

سورۃ النمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 20 تا 22

وَ تَفَقَّدَ الطَّیۡرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَی الۡہُدۡہُدَ ۫ۖ اَمۡ کَانَ مِنَ الۡغَآئِبِیۡنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّہٗ
عَذَابًا شَدِیۡدًا اَوۡ لَاَاذۡبَحَنَّہٗۤ اَوۡ لَیَاۡتِیَنِّیۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَکَثَ غَیۡرَ بَعِیۡدٍ فَقَالَ
اَحَطۡتُّ بِمَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ وَ جِئۡتُکَ مِنۡ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیۡنٍ ﴿۲۲﴾

آیت 20: ﴿وَ تَفَقَّدَ الطَّیۡرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَی الۡہُدۡہُدَ ۫ۖ اَمۡ کَانَ مِنَ الۡغَآئِبِیۡنَ ﴿۲۰﴾﴾ ’’اور اُس نے پرندوں کے لشکر کا معائنہ کیا تو کہا کہ کیا بات ہے مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا؟ کیا وہ غیر حاضر ہے؟‘‘

آیت 21: ﴿لَاُعَذِّبَنَّہٗ عَذَابًا شَدِیۡدًا اَوۡ لَاَاذۡبَحَنَّہٗۤ﴾ ’’میں اُسے بہت سخت سزا دوں گا‘ یا اُسے ذبح کر ڈالوں گا‘‘

اس اجتماعی حاضری (parade) کے موقع سے غیر حاضر ہو کر اس نے بہت بڑا جرم کیا ہے اور اسے اس جرم کی سزا ضرور بھگتنا ہوگی۔

﴿اَوۡ لَیَاۡتِیَنِّیۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۱﴾﴾ ’’یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل لے کر آئے۔‘‘

ہاں اگر وہ کوئی ٹھوس عذر پیش کر کے اپنی اس غیر حاضری کا جواز ثابت کر دے تو سزا سے بچ سکتا ہے۔

آیت 22: ﴿فَمَکَثَ غَیۡرَ بَعِیۡدٍ﴾ ’’تو کچھ زیادہ دیر نہیں گزری (کہ ہدہد پہنچ گیا)‘‘

﴿فَقَالَ اَحَطۡتُّ بِمَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ وَ جِئۡتُکَ مِنۡ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیۡنٍ ﴿۲۲﴾﴾ ’’تو اُس نے کہا کہ میں نے وہ کچھ معلوم کیا ہے جو آپؑ کو معلوم نہیں‘ اور میں آپؑ کے پاس قومِ سبا سے متعلق یقینی معلومات لے کر آیا ہوں۔‘‘

قومِ سبا یمن کے علاقے میں آباد تھی اور اُس وقت بلقیس نامی ایک ملکہ اس قوم پر حکمران تھی۔

درس حدیث

عاشورا کے دن روزے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((وَصِیَامُ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَۃَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ))

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے امید ہے کہ عاشورا کے دن کا روزہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔‘‘

تشریح: ’’عاشوراء‘‘ عشر سے ہے جس کا معنی ہے 10، محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورا کہا جاتا ہے۔ یوم عاشورا بہت ہی عظمت و تقدس کا حامل ہے۔ لہٰذا ہمیں اس دن کی برکات سے بھرپور فیض اٹھانا چاہیے۔ احادیث طیبہ سے یوم عاشورا میں دو چیزیں خصوصیت سے ثابت ہیں، اول۔ روزہ، اس سلسلے میں روایات گزر چکی ہیں، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے کفار و مشرکین کی مشابہت اور یہود و نصاریٰ کی بود و باش اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، اس حکم کے تحت چونکہ تنہا یوم عاشورا کا روزہ رکھنا یہودیوں کے ساتھ اشتراک اور تشابہ تھا۔ دوسری طرف اس کو چھوڑ دینا، اس کی برکات سے محرومی کا سبب تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ یوم عاشورا کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملا لو، بہتر تو یہ ہے کہ نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو۔ اور اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکو تو پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھ لو، تا کہ یہود کی مخالفت ہو جائے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظام خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 محرم الحرام 1445ھ جلد 32
25 تا 31 جولائی 2023ء شمارہ 28

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دار الاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئی ایم ایف اور پاکستان

اُنیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز میں ہی یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ سامراجی قوتیں اب تیسری دنیا پر اپنی عسکری گرفت مضبوطی سے قائم نہ رکھ سکیں گی۔ اس سے پہلے برطانیہ اگرچہ دوسری یورپی قوموں سمیت تمام مخالف قوتوں کو شکست دے کر ایک ایسی سلطنت قائم کر چکا تھا جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ انگریزوں کے راج میں یعنی اُن کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جو دنیا کے مختلف علاقوں میں آزادی کی سوچ پیدا ہوئی تو سامراجی قوتوں خاص طور پر انگریزوں نے یہ سمجھ لیا کہ آنے والے وقت میں براہِ راست اور عسکری حاکمیت قائم رکھنا مشکل ہو جائے گا، لہٰذا اُنہوں نے اس منصوبہ پر کام کرنا شروع کر دیا کہ مقبوضہ علاقوں سے physical withdrawal کے بعد بھی ذہنی اور فکری تبدیلی لا کر عملاً ان قوموں پر قبضہ قائم رکھا جائے۔ بیسوی صدی کے وسط سے اس منصوبے پر بڑی تیزی سے عمل درآمد شروع ہوگیا اور عالمی سطح پر ایسے ادارے قائم کیے گئے جن کے ذریعے ان اقوام کو ظاہری طور پر آزادی دینے کے باوجود عملاً اپنے تحت رکھا جائے اور اُن کے ذریعے اپنے مفادات کی تکمیل کرائی جائے۔ لہٰذا سیاسی سطح پر اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے ادارے قائم کیے گئے اور اقتصادی سطح پر IMF اور ورلڈ بنک جیسے ادارے وجود میں لائے گئے۔ اگرچہ یہ معاملہ یکطرفہ نہ تھا۔ تیسری دنیا کے جن ممالک کو مخلص قیادت مل گئی وہاں سامراجی کامیاب نہ ہو سکے۔ جیسے چین وغیرہ اور کچھ ممالک کچھ عرصہ کے لیے اُن کے ٹریپ میں آنے کے بعد اس سازش کو سمجھ گئے اور الگ ہو گئے جیسے ملائیشیا، بھارت وغیرہ۔ بدقسمتی سے پاکستان کی مفاد پرست قیادت نے قوم کو اس اقتصادی جال میں اس طرح پھنسا دیا ہے کہ نکلنے کی کوئی راہ نہیں مل رہی۔ پاکستان ایک ایسی دلدل میں پھنس چکا ہے کہ اگر اسی نظام میں رہ کر ہاتھ پاؤں مارے گا تو مزید پھنستا چلا جائے گا۔ پاکستان کو ایک مخلص انقلابی قیادت کی ضرورت ہے۔

ہماری داستان کچھ یوں ہے۔ عالمی مالیاتی ادارہ (آئی ایم ایف) کے ایگزیکٹو بورڈ نے 9 ماہ کے سٹینڈ بائی معاہدے کے تحت پاکستان کے لیے 3 ارب ڈالر کے قرض کی منظوری دے دی ہے۔ آئی ایم ایف کے ایگزیکٹو بورڈ کی جانب سے منظوری کے بعد 1.2 ارب ڈالر فوری طور پر جاری کر دیے گئے ہیں۔ بقیہ دو اقساط سہ ماہی بنیادوں پر دو جائزوں کے بعد نومبر 2023ء اور فروری 2024ء میں جاری کی جائیں گی۔ آگے بڑھنے سے پہلے آئی ایم ایف کے ساتھ پاکستان کے تعلق کی تاریخ کا مختصر جائزہ لے لیتے ہیں۔ صدر ایوب خان کے دور میں پاکستان کے آئی ایم ایف سے تین پروگرام ہوئے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں پاکستان کے آئی ایم ایف سے چار پروگرام ہوئے۔ صدر جنرل ضیاالحق کے دور میں

پاکستان نے آئی ایم ایف کے دو پروگراموں میں شرکت کی۔ پی پی پی کی دوسری حکومت میں بے نظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے دور میں پاکستان آئی ایم ایف کے دو پروگراموں میں شامل ہوا۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف کی پہلی حکومت میں ایک آئی ایم ایف پروگرام میں پاکستان نے شمولیت اختیار کی۔ بے نظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے دوسرے دور میں پاکستان آئی ایم ایف کے تین پروگراموں میں شامل ہوا۔ نواز شریف کی دوسری وزارت عظمیٰ میں پاکستان نے دو آئی ایم ایف پروگراموں میں شمولیت اختیار کی۔ سابق صدر پرویز مشرف کے دور میں دو آئی ایم ایف پروگرام ہوئے۔ پی پی پی کی 2008ء سے 2013ء میں بننے والی حکومت میں ایک پروگرام، پاکستان مسلم لیگ نواز کی 2013ء سے 2018ء کی حکومت میں ایک پروگرام اور پاکستان تحریک انصاف کے دور میں ایک آئی ایم ایف پروگرام میں پاکستان شامل ہوا جو تحریک انصاف کی حکومت کے خاتمے کے بعد نواز لیگ کی سربراہی میں مخلوط حکومت نے جاری رکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ 1988ء کے بعد تو پاکستان میں جو بھی حکومت آئی اس کے آتے ہی یہی نعرہ لگا کہ 'چلو چلو آئی ایم ایف چلو'۔ پھر یہ کہ پاکستان کو 'پل اور پش' فیکٹر کے ذریعے آئی ایم ایف پروگرام میں شامل کیا گیا اور یہ معاملہ آج تک جاری ہے۔ آئی ایم ایف امریکہ کے زیر اثر ہے۔ اس لیے وہاں سے 'پل' کیا گیا کہ پاکستان کو آئی ایم ایف پروگرام میں لاؤ اور یہاں سے ہماری حکومتوں نے ملک کو اس آئی ایم ایف کی جانب 'پش' کیا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر جانے والی حکومت نے آنے والی حکومت کے لیے معاشی حالات اتنے خراب چھوڑے کہ ملک کے پاس آئی ایم ایف کے علاوہ کوئی آپشن ہی نہیں بچا۔ آئی ایم ایف کی جانب سے پاکستان کے لیے لیے جانے والے قرضوں کی بات کی جائے تو ایک دلچسپ صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے، آئی ایم ایف کی جانب سے پاکستان کو ملنے والے قرضے طویل اور بڑے ہوتے ہیں۔ طویل سے مراد قرضوں کی واپسی کا عمل ہے۔ مثلاً سال 1958ء سے 1977ء کے درمیان اس کی مدت ایک سال تھی۔ دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دوران لیے گئے تمام قرضے بیل آؤٹ پیکجز یا اسٹینڈ بائے معاہدے تھے۔ سال 1980ء سے سال 1995ء کے درمیان پاکستان آئی ایم ایف کے 7 پروگرامز سے منسلک رہا، جن میں سے ایک کے سوا سارے قرضوں کی واپسی کی معیاد ایک سے دو سال رہی۔ سال 1997ء سے سال 2013ء تک آئی ایم ایف سے 6.4 ملین کا قرضہ لیا گیا، جو آئی ایم ایف کے 6 مختلف پروگرامز کے تحت حاصل کیا گیا، ان میں ایک کے سوا سارے پروگرامز کی معیاد تین سال تھی۔

آئی ایم ایف سے حاصل کیے گئے قرضے کی 2019ء تک تفصیلات یہ ہیں کہ پاکستان نے 1958ء میں 0.03 ارب ڈالر، 1965ء میں 0.04 ارب ڈالر، 1968ء میں 0.1 ارب ڈالر، 1972ء میں 0.1 ارب ڈالر، 1973ء میں 0.1 ارب ڈالر، 1974ء میں 0.1 ارب ڈالر، 1977ء 0.1 ارب ڈالر، 1980ء میں 1.3 ارب ڈالر، 1981ء میں 1 ارب ڈالر، 1988ء میں 0.7 ارب ڈالر، 1993ء میں 0.3 ارب ڈالر، 1994ء میں 1.2 ارب ڈالر، 1995ء میں 0.6 ارب ڈالر، 1997ء میں 1.1 ارب ڈالر، 2000ء میں 0.5 ارب ڈالر، 2001ء میں 1 ارب ڈالر، 2008ء میں 7.2 ارب ڈالر، 2013ء میں 4.4 ارب ڈالر، 2019ء میں 6 ارب ڈالر۔ اب پاکستان آئی ایم ایف کا 23واں پروگرام حاصل کر چکا ہے۔ گزشتہ چند برس کے دوران آئی ایم ایف کے پروگرام کی خاطر پاکستان درجنوں شرائط پوری کر چکا ہے۔ جن میں درج ذیل قابل ذکر ہیں: سٹیٹ بینک آف پاکستان کی خود مختاری میں اضافہ۔ ڈیزل، پیٹرول، بجلی، گیس کی قیمتوں میں اضافہ۔ اپریل 2022ء میں پیٹرول 149 روپے فی لیٹر تھا اور گھریلو صارفین جو 200 یونٹ سے کم استعمال کرتے تھے اُن کے لیے فی یونٹ بجلی کی قیمت 18 روپے تھی۔ جولائی 2023ء میں پیٹرول 262 روپے فی لیٹر اور انہیں صارفین کے لیے بجلی 35 روپے فی یونٹ تک جا پہنچی ہے۔ پھر اسی دوران قدرتی گیس کی قیمت میں 80 تا 180 فیصد اضافہ ہوا۔ ہر قسم کی سبسڈی کا بتدریج خاتمہ ہوا، جس سے غریب اور متوسط طبقہ پس کر رہ گیا ہے۔ ٹیکسوں میں بے پناہ اضافہ اور عوام الناس کا کچومر نکل گیا ہے۔

(جاری ہے)

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت
کے بیان پر جامع تالیف

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف
کا مطالعہ کیجیے
خاص ایڈیشن 75 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501
e-mail:maktaba@tanzeem.org

آرمی چیف کا قرآنی آیات سے مزین خطاب

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 14 جولائی 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

گزشتہ دنوں کنونشن سنٹر اسلام آباد میں سرسبز پاکستان کے عنوان سے ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں وزیراعظم پاکستان اور آرمی چیف نے بھی خطاب کیا۔ آرمی چیف نے اپنے خطاب میں تین آیات قرآنی کا حوالہ دیا۔ یہ قابل تحسین بات ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کا سپہ سالار حافظ قرآن ہو جس کے سینے میں قرآن کا نور محفوظ ہو اور وہ اپنی تقریر میں قرآن کریم کا حوالہ دے۔ اسی کی ہمیں ضرورت ہے۔ ہمارے حکمران، سپہ سالار اور تمام ذمہ داران بھی اللہ کے بندے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔ آج میرا ارادہ ہے کہ انہی آیات کے حوالے سے یہاں بھی کچھ باتیں رکھی جائیں جن کا حوالہ آرمی چیف نے دیا اور اللہ کرے کہ جنرل صاحب تک یہ باتیں کسی طرح پہنچ جائیں۔ کچھ درد دل بھی ہے جو ہم رکھنا چاہیں گے۔ ان شاء اللہ!

جنرل صاحب نے ایک حوالہ سورۃ الزمر کی آیت 53 کا دیا۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ قرآن حکیم کی سب سے زیادہ امید افزا آیت یہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿53﴾﴾ (الزمر)

"(اے نبی ﷺ!) آپ کہیے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' یقیناً اللہ سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا' نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

اسی کے ساتھ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿لَا تَايْـــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿87﴾﴾ (یوسف)

"اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یقیناً اللہ کی رحمت سے مایوس تو بس کافر ہی ہوتے ہیں۔"

ان دو آیات کا حوالہ دے کر آرمی چیف نے کہا کہ پاکستان کو ترقی سے کوئی نہیں روک سکتا اور بڑا انقلاب برپا ہو جائے گا۔ زراعت کے میدان میں ہم بہت کوشش کر رہے ہیں، جدید ٹیکنالوجی بھی اس کے لیے استعمال کر رہے ہیں، باہر سے ہمیں بہت ساری سرمایہ کاری آ رہی ہے، عرب ممالک بھی سرمایہ کاری کریں گے اور ہم سرسبز انقلاب برپا کریں گے۔

مرتب: ابوابراہیم

یہ بہت اچھی بات ہے۔ گو کہ ہماری افواج کا اصل کام سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے لیکن بہر حال ہنگامی حالات میں ہماری افواج آگے بڑھ کر ملک وملت کی خدمت کرتی ہیں۔ اس وقت ملک معاشی بحران کا شکار ہے، اگر ہمارے آرمی چیف آگے بڑھ کر تعاون کر رہے ہیں اور قرآنی آیات کا حوالہ دے کر قوم کو motivate کر رہے ہیں تو ہم انہیں خراج تحسین پیش کریں گے کیونکہ یہ منبر رسول ﷺ ہمارے پاس امانت ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ اگر کہیں سے اچھی بات آتی ہے تو اس کی تحسین کرو اور اگر شر کی بات ہے تو مذمت کرو۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠﴾ (المائدہ: 2) "اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں تعاون مت کرو۔"

اس اصول کے ساتھ ہم انہی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کچھ درد دل بھی سامنے رکھیں گے۔ اپنے خطاب میں جنرل صاحب نے تیسری آیت یہ تلاوت کی:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿139﴾﴾ (آل عمران) "اور نہ کمزور پڑو اور نہ غم کھاؤ' اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے۔"

جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی تھی، آخر یہ ثابت بھی ہو گیا کہ حتمی فتح انہی کو نصیب ہوئی جو مومن تھے، لیکن ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہو گا کہ کیا ہمارے کام مومنین والے ہیں؟ اس میں شک نہیں کہ نادرا کے ریکارڈ میں لکھا ہوا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ زبانی اقرار والا ایمان تو منافقین کے پاس بھی تھا۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ﴾ (المائدہ: 41) "ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔"

لہٰذا محض ایمان کے زبانی دعوے کام نہیں کریں گے بلکہ وہ ایمان مطلوب ہے جو عمل میں بھی نظر آئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ﴾ (النساء: 136)

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر' اُس کے رسولؐ پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے نازل فرمائی اپنے رسولؐ پر اور اُس کتاب پر جو اُس نے پہلے نازل فرمائی۔"

جب ایمان دل میں اترتا ہے تو عمل ثبوت پیش کرتا ہے۔

آج اُمت نمازیں ضائع کرے، حرام خوری کرے، سود کی بنیاد پر پورا معاشی نظام چل رہا ہو، 75 برس میں کوئی بھی حکمران (فوجی یا سول) سود جیسے بڑے گناہ کو روک نہیں پایا۔ ہم جنرل عاصم منیر صاحب سے کہیں گے کہ آپ کو اللہ نے طاقت بھی دی ہے اور اختیار بھی، آپ بزنس کمیونٹی اور سیاستدانوں کو جمع کر لیتے ہیں، آپ تو باہر کے ممالک سے ڈیل بھی کر لیتے ہیں، آپ پاکستان سے سود کی لعنت کو ختم کر دیں۔ اس سود کی وجہ سے ہمارا ہر بچہ 3 لاکھ کا مقروض پیدا ہوتا ہے۔ بجائے اس کے آج آئی ایم ایف سے معاہدہ ہونے پر خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ حالانکہ وہ ہمیں اتنا دے رہے ہیں کہ جیسے گھوڑے کو چنے دیے جاتے ہیں تا کہ وہ چلتا رہے۔ وہ ہمیں چلاتے رہیں گے، مقروض در مقروض بناتے رہیں گے، لوٹ مار کرتے رہیں گے، یہ قوم سسکتی رہے گی، پستی رہے گی۔ اگلے آٹھ دس مہینوں کے لیے تھوڑا سا ریلیف مل گیا اس کے بعد ہم کہاں کھڑے ہوں گے؟ کیا اس طرح ہم غالب ہو سکیں گے؟

غالب ہونے کے لیے وہ ایمان چاہیے جو دل میں اُترے اور عمل میں بھی دکھائی دے۔ آج نمازیں ہم ضائع کریں، فحاشی و عریانی کا سیلاب یہاں آئے، دجالی تہذیب یہاں پوری طرح مسلط ہو، سود کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ جاری ہو تو کیا اللہ کی رحمت ہمارے لیے نازل ہوگی؟

ٹھیک ہے جنرل صاحب نے جو پہلی آیت تلاوت کی اس کا مفہوم یہی ہے کہ: جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا، بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔۔۔ لیکن اللہ کی رحمت کا مستحق بننے کے بھی کچھ تقاضے ہیں جو کہ اگلی آیات میں بیان ہو رہے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝﴾ "اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اُس کے فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب مسلط ہو جائے، پھر تمہاری کہیں سے مدد نہیں کی جائے گی۔"

محض تقریروں سے یا تمناؤں سے اللہ کی رحمت نہیں ملے گی بلکہ اس کے لیے اللہ سے رجوع کرنا ہوگا، توبہ کرنا ہوگی، اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی اور سرکشی کا راستہ ترک کرنا ہوگا۔ اسی لیے آگے فرمایا:

﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝﴾ "اور پیروی کرو اس کے بہترین پہلو کی جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اس سے پہلے کہ تم پر عذاب اچانک آدھمکے اور تمہیں اس کا گمان تک نہ ہو۔"

اسلام صرف زبانی دعوے اور اقرار کا نام نہیں ہے بلکہ یقین قلبی بھی ہو اور اس کا اظہار عمل میں بھی ہو۔ اسلام صرف مراسم عبودیت (چند عبادات) کا نام بھی نہیں بلکہ یہ مکمل پیکج ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠﴾ (البقرۃ: 208) "اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔"

چند لوگوں کی نمازیں کفایت نہیں کریں گی، چند لوگوں کی داڑھیاں کفایت نہیں کریں گی۔ چند لوگوں کا تہجد گزار ہونا کفایت نہیں کرے گا۔ اجتماعی مسئلہ ہے لہٰذا قوم کو اجتماعی توبہ کرنا ہوگی اور اجتماعی توبہ یہ ہے کہ اسلام کے نام پر جو ملک ہم نے حاصل کیا تھا، 75 برس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے غداری اور سرکشی کا راستہ ہم نے چن رکھا ہے اس راستے کو ترک کر کے اللہ کے نظام کو اس ملک میں نافذ کریں۔ یہ اجتماعی توبہ ہوگی اور اس کے بعد اللہ کی رحمت آئے گی۔ بجائے اس کے ہم سود کے خاتمے اور شریعت کے نفاذ میں رکاوٹ بن رہے ہیں، ہمیں دوسرے مسائل پر رونا آتا ہے لیکن شریعت کے حکم کے ٹوٹنے پر رونا نہیں آتا، دوسرے معاملات پر ہمارے چہرے بگڑتے ہیں، ہماری ریڈ لائن کراس ہو تو کراس

پریس ریلیز 21 جولائی 2023ء

آئی ایم ایف کی ڈکٹیشن قبول کرنا خود کو سامراجی قوتوں کی غلامی میں دینا ہے

شجاع الدین شیخ

آئی ایم ایف کی ڈکٹیشن قبول کرنا خود کو سامراجی قوتوں کی غلامی میں دینا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومتِ پاکستان کا 3 ارب ڈالر کے سودی قرض کو حاصل کرنے کے لیے آئی ایم ایف کی سخت ترین شرائط کو بے چون و چرا تسلیم کر لینا قومی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ دنیا گواہ ہے کہ آئی ایم ایف عالمی مالیاتی استعمار کا ایک ایسا آلہ ہے جسے مغربی ممالک ترقی پذیر ممالک کو معاشی طور پر مفلوج اور معذور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان نے آئی ایم ایف کے گزشتہ 22 پروگراموں کی وجہ سے معیشت کی مکمل تباہی اور عام آدمی کی زندگی اجیرن کرنے کے علاوہ کیا پایا ہے۔ بدقسمتی سے ہماری اسٹیبلشمنٹ اور اپوزیشن بھی اس حوالے سے ایک پیج پر ہیں۔ پھر یہ کہ حکومت کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان ایک اسلامی ایٹمی ملک ہے جس کے باعث وہ طاغوتی قوتوں کو بری طرح کھٹکتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ قطع نظر اس کے کہ IMF کی شرائط کس قدر سخت ہیں حقیقت یہ ہے کہ ملک کو معاشی غلامی اور عالمی مالیاتی استعمار کی جکڑ بندیوں اور سودی قرضوں کے وبال سے نجات دلانے کے لیے عملی اقدامات اُٹھانا ہوں گے کیونکہ ایک اسلامی نظریاتی ریاست میں سودی قرضے کی کوئی گنجائش نہیں۔ پاکستان اسلام کی بنیاد پر قائم ہونے والی ایک ریاست ہے اور ہمارا آئین بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ جلد از جلد اللہ اور رسول ﷺ سے جاری اس جنگ کو ختم کیا جائے تا کہ اللہ کی رحمتیں ہمارے ملک پر نازل ہوں۔ اگرچہ یہ ایک مشکل اور سخت فیصلہ ہے لیکن صرف اسی سے پاکستان کی بقاء اور سلامتی کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

کرنے والے کو ہم نشانِ عبرت بنانے پر تُل جاتے ہیں، کیا کوئی اللہ کی بھی ریڈ لائنز ہیں؟ سورۃ نوح میں فرمایا:

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے امیدوار نہیں ہو؟''

تمہارا اصول ٹوٹے تو تمہارا چہرہ سرخ ہو جائے لیکن اللہ کے اصول اور ضابطے ٹوٹیں اور تمہارے چہرے کا رنگ تبدیل نہ ہو تو پھر کیسا ایمان ہے اور اللہ کی رحمت کیسے آئے گی؟ لہٰذا اللہ کی رحمت چاہیے تو انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کرنا ہوگی، اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے مخلصانہ کوشش کرنا ہوگی۔ شریعت کو پامال کر کے رحمت نہیں ملتی، رحمت چاہیے تو پلٹو اللہ کی طرف اس سے پہلے کہ اللہ کا عذاب آجائے پھر تمہیں کہیں سے بھی مدد نہیں ملے گی۔ فرمایا:

﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾﴾

یہ قرآن صرف تلاوت کے لیے نہیں آیا ہے، صرف حفظ کرنے کے لیے نہیں آیا ہے۔ یہ سب بھی مطلوب ہے، تلاوت میں ایک حرف پر دس نیکیاں ملیں گی لیکن قرآن کی ایک آیت کو سمجھوں گا تو اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ سو رکعت نفل سے زیادہ افضل ہے۔ (ابن ماجہ) پھر یہ قرآن صرف سمجھے کے لیے نہیں آیا بلکہ یہ اپنی اقامت چاہتا ہے، یہ اپنے احکام کا نفاذ چاہتا ہے ورنہ اللہ کے فتوے موجود ہیں:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ ''اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾ ''اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾﴾ (المائدہ) ''اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات و قوانین کے مطابق، وہی تو فاسق ہیں۔''

قائداعظم سے پوچھا گیا تھا پاکستان کا آئین کیا ہوگا؟ فرمایا ہمارا آئین قرآن ہے۔ یہ سمت متعین تھی۔ لیکن اس کے بعد ہم نے کھرچ کھرچ کر قرآن کو نصاب سے ہی نکال دیا۔ جنرل مشرف کے دور میں سورۃ توبہ نکال دی گئی۔ سورہ احزاب، سورہ ممتحنہ نویں دسویں کے سلیبس میں ہوتی تھیں سب نکال دیں۔

قرآن کو نصاب میں شامل کرنے کی ایک نئی کوشش میں تمام مکاتب فکر کا متفقہ قرآنی نصاب تیار ہو چکا ہے۔ پنجاب اور کے پی کے نے قانون سازی کر کے اس کو نصاب میں شامل کر لیا ہے۔ اس سال نویں اور گیارہویں میں پچاس نمبر کا ترجمہ قرآن کا پیپر ہوگا۔ الحمدللہ۔ بلوچستان کی عدالت نے فیصلہ دے دیا، حکومت ٹیک اپ کر رہی ہے، اللہ کرے وہاں بھی نافذ ہو جائے لیکن سندھ والے مان کر نہیں دیتے۔ میں جنرل صاحب سے گزارش کرتا ہوں خدارا آپ اپنے اختیار کو استعمال کریں اور اس کے نفاذ کو یقینی بنا دیں۔ اللہ کرے گلگت بلتستان میں بھی ہو جائے، وفاق میں بھی ہو جائے، وفاقی بورڈ میں نافذ ہوگا تو پاکستان آرمی کے سکولوں میں بھی بچے پڑھیں گے، پاکستان ایئر فورس اور نیوی کے سکولوں میں بچے پڑھیں گے۔ بیرون ملک پاکستان کے سفارتخانوں کے سکولز میں بچے پڑھیں گے۔ ان سب کے سینوں میں قرآن کا نور ہوگا تو دل میں اللہ ایمان بھی دے گا اور ایمان دل میں ہوگا تو وہ عمل میں بھی نظر آئے گا اور اللہ کی رحمت بھی آئے گی۔

ٹھیک ہے مایوسی کفر ہے، اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے مگر خود قرآن یہ بھی بتا رہا ہے کہ صرف رحمت کی امید رکھنے سے بات نہیں بنے گی بلکہ اس کے لیے کچھ محنت کرنا پڑے گی۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾﴾ (البقرۃ) ''(اس کے برعکس) جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔''

یہ دو کام کرو گے تو اللہ کی رحمت آئے گی۔ ایک ہجرت روزانہ کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا: ((اَنْ تَهْجُرَ مَا كَرِهَ رَبُّكَ)) ''یہ کہ ہر وہ بات جو تمہارے رب کو ناپسند ہے چھوڑ دو۔''

یہ افضل ہجرت ہے اور یہ روزانہ مطلوب ہے۔ نافرمانوں، ظالموں، سرکشوں کے لیے اللہ کی رحمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ (النحل: 128) ''یقیناً اللہ اہل تقویٰ کے ساتھ ہے۔''

اللہ اور اس کی مدد اور رحمت اس کے ساتھ ہوگی جو اللہ سے ڈرنے والا ہوگا، گناہوں سے دوری اختیار کرے گا، اللہ کے احکامات پر عمل کرنے والا ہوگا۔ دوسری شرط قرآن میں جہاد بیان ہوئی۔ جہاد جہد سے ہے۔ جس کا مفہوم ہے اللہ کے دین کی خاطر جدوجہد کرنا، باطل کے خلاف کھڑا ہونا۔ اللہ نے ہمارے ملک کی افواج کو بہترین صلاحیت دی ہے، ایٹم بم عطا کیا ہے۔

ایک دل کی بات عرض کر دیتا ہوں، ممکن ہے دیوانوں والی بات قرار دیا جائے مگر اللہ کرے کوئی ایسا ہی دیوانہ پاکستان میں پیدا ہو جائے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں انڈیا جنگ کے لیے پر تول رہا تھا جنرل ضیاء الحق نے ایک پیغام دیا کہ ہم نے ایٹم بم سجانے کے لیے نہیں بنایا، پاکستان مٹ بھی گیا تو اسلام نہیں مٹے گا لیکن بھارت مٹ گیا تو دنیا میں ہندومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بھارت کے قدم جہاں تھے وہیں رُک گئے۔ آج ایک بار پھر ملک کی بقا اور سلامتی کا سوال ہے۔ امریکہ اور مغرب نے IMF کو ٹول کے طور پر استعمال کر کے ہمیں اس حال کو پہنچا دیا ہے، اس سے پہلے سوشل انجینئرنگ کر کے ہماری معاشرت کا بیڑا غرق کر دیا۔ آج ہماری یونیورسٹیز اور کالجز کے اندر ہماری نوجوان نسل کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ میڈیا کے ذریعے فحاشی اور عریانی کا سیلاب ہے۔ یہ سب ہماری معاشی محتاجی کی وجہ سے دباؤ ڈال کر کروایا گیا۔ اب اور مقروض بنایا جا رہا ہے۔ آخر میں ان کی نظر ہمارے ایٹمی اثاثوں پر ہوگی۔ ایسی دلدل میں پھنسے ہیں کہ نکلنے کا کوئی امکان نہیں۔ ان حالات میں اسی طرح کے سخت فیصلے لینے پڑیں گے۔ ضیاء الحق کی زبان میں جواب دینے کی ضرورت ہے۔ اللہ کرے کوئی دیوانہ ہو، کوئی صاحب ایمان ہو، کسی کے سینے میں قرآن کا نور ہو اور وہ کہے کہ تم ہماری معیشت کا بیڑا غرق کرنے پر تلے بیٹھے ہو، بالآخر ہمارے پاس یہی حل ہے کہ ہم ایٹمی حملہ کر کے انڈیا میں تمہاری بڑی مارکیٹ کو تباہ کر دیں گے، اگر سسک سسک کر ہی مرنا ہے تو بہادری سے مریں گے۔ مگر یہ کہنے کی جرأت وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں ایمان ہوگا، سینے میں نورِ قرآن ہوگا، جو ان ground realities سے بالاتر ہو کر ایمان کی روشنی میں غور و فکر کرتا ہوگا۔

جنرل حافظ عاصم منیر صاحب نے قرآن کی درج بالا تین آیات تلاوت کیں، تحسین پیش (باقی صفحہ 13 پر)

اسلامی نظام کی نظریاتی اساس: ایمان (2)

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے 1988ء کے ایک خطاب کی تلخیص

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلامی تحریک کی اساس: شعوری ایمان

مولانا مودودیؒ نے یہ بات تو صحیح فرمائی تھی کہ اسلامی نظام ایک اسلامی تحریک ہی کے نتیجے میں برپا ہوگا' لیکن یہ بات بھی واضح ہوجانی چاہیے کہ اس تحریک کے ضمن میں اہم ترین شے اُس کی فکری اساس ہے۔ فکری اساس ہی کے لیے ہم لفظ ''ایمان'' استعمال کرتے ہیں۔ جب تک ایمان ایک شعوری عقیدے کی شکل نہ اختیار کرلے' جب تک وہ ایک ذاتی یقین (personal conviction) کی صورت میں نہ ڈھلے اور اس کے اندر یقین کی گہرائی اور گیرائی کی کیفیت نہ پیدا ہوجائے' اس وقت تک ایک حقیقی اسلامی تحریک کا آغاز نہیں ہوگا۔ آپ ایک مسلمان قوم کے موروثی عقائد کی بنیاد پر' جن میں یقین کی حرارت اور گہرائی و گیرائی نہ ہو' ایک جماعت تو بنالیں گے' اور ہوسکتا ہے کہ جماعت کے لوگوں میں وقتی جوش و خروش بھی پیدا ہوجائے' لیکن اس سے اسلامی تحریک برپا نہیں ہوگی۔ ہمارے ہاں کتنی ہی تحریکیں ہیں جو جوش و خروش کا مظاہرہ کرچکی ہیں۔ اس حوالے سے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی تحریک ایک مثالی تحریک تھی' لیکن اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ اسلامی تحریک برپا کرنے کے لیے ضروری یہ ہے کہ ہم اس موروثی عقیدے پر انحصار نہ کریں جس کا نام ہم نے ''ایمان'' رکھ لیا ہے۔ اس لیے کہ یہ شعوری ایمان نہیں' یہ ہمارا ایک وراثتی عقیدہ ہے جو نسلاً بعد نسلٍ ہم میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ یہ عقیدہ ہماری ذاتی سوچ میں پیوست اور ہمارے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے نہیں ہے۔ اس نے ہمارے ذاتی یقین کی شکل اختیار نہیں کی ہے۔ اس میں burning faith کی حرارت موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اسلامی تحریک کے لیے فکری اساس کی تعمیر نو ناگزیر ہے۔ (میں جان بوجھ کر لفظ ''ایمان'' کی بجائے ''فکری اساس'' استعمال کررہا ہوں۔ اس کے لیے میرے سامنے علامہ سید سلیمان ندویؒ کے خطباتِ مدراس کا عنوان ہے: " Religious Reconstruction of Thought in Islam" یعنی ''فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو'')

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انسانی تاریخ کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا اور اس کے لیے آپؐ نے عظیم انقلابی جدوجہد کی۔ اس اعتبار سے اگر آپ نبی کریم ﷺ کی عظیم جدوجہد کو انقلابی تحریک سے تعبیر کریں تو مجھے اختلاف نہیں ہوگا۔ لیکن یہ بات پیشِ نظر رہنی ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی اس جدوجہد میں بھی ایک ترتیب رہی ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا ؎

خدا کے کام دیکھو' بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے!

نبی اکرم ﷺ کو صحابہ کرام ؓ کے اندر ایمان کی بنیادوں کو استوار کرنے میں بڑی محنت کرنا پڑی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام ؓ کا ایمان صرف ایک عقیدہ یا وراثتاً منتقل ہوجانے والے چند عقائد کا مجموعہ نہیں تھا' بلکہ وہ اُن کے رگ و پے میں سرایت کرجانے والی ایک زندہ حقیقت تھی۔ اُن کے لیے ایمانی حقائق محض سنے ہوئے حقائق نہیں تھے بلکہ ایسے یقین کی شکل اختیار کرچکے تھے جس کو حدیثِ جبریل میں ان الفاظ میں تعبیر فرمایا گیا: ((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ)) ''تم اللہ کی یوں عبادت کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو'' ------ یہ حدیث جبریل کا سب سے زیادہ معروف متن ہے اور ان الفاظ کو حضرت عمر فاروق ؓ نے روایت کیا ہے۔ دو اور صحابہؓ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے جو روایات مروی ہیں' اُن کے الفاظ میں باریک سا فرق ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے: ((اَنْ تَخْشَى اللّٰهَ تَعَالٰى كَاَنَّكَ تَرَاهُ)) ''تمہیں اللہ سے اس طرح کی خشیت ہونی چاہیے گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو''۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے: ((اَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ)) ''کہ تم عمل کرو (یا محنت کرو) اللہ کے لیے گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو'' ------ ((فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ)) ''اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے تو (یہ احساس تو ہو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' کم از کم اس درجے میں تو استحضار موجود رہے۔ چنانچہ اسی کا عکس ہمیں ایک صحابیؓ کے قول میں ملتا ہے۔

ایک روز نبی کریم ﷺ نمازِ فجر کے بعد حسبِ معمول مسجد میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے ایک صحابی سے پوچھا: آج تمہاری صبح کیسے ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایک خالص اور سچے مؤمن کی صبح نصیب ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے پھر سوال کیا: تمہاری اس ایمانی کیفیت کی صفت اور علامت کیا ہے؟ صحابیؓ نے عرض کیا: حضور میری کیفیت تو یہ تھی کہ گویا میں اپنی آنکھوں سے جنّت کو دیکھ رہا ہوں اور گویا اپنی آنکھوں سے جہنّم کو دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ جب تک یقین کی یہ گہرائی پیدا نہیں ہوگی' اسلامی تحریک نہیں چل سکتی۔ اس کے بغیر ایک سیاسی تحریک تو برپا ہوسکتی ہے اور اس میں گہرا مذہبی رنگ اور نمایاں جوش و ولولہ بھی ہوسکتا ہے' اس میں لوگ قربانیاں بھی دے سکتے ہیں اور تن من دھن بھی لگا سکتے ہیں' جیسا کہ ماضی قریب میں مسلمانانِ پاکستان نے تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں جانیں دی ہیں' لیکن ایک اسلامی تحریک' جو اسلامی نظام کو قائم کرسکے' اس کی بنیادیں اگر ایمان پر نہ اٹھائی گئی ہوں اور اس کی فکری اساس پختہ' محکم اور مستحکم نہ ہو تو وہ کبھی اسلامی نظام کے قیام اور حقیقی اسلامی انقلاب کے برپا ہونے پر منتج نہیں ہوسکتی' بلکہ وہ لازماً کہیں درمیان میں رہ جائے گی۔ یا تو اس کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ جائے گا' یا وہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ موڑ لے گی' یا ماحول کے ساتھ مصالحت کرلے گی' یا تحریک کے وابستگان کی ہمت جواب دے جائے گی اور وہ اپنی کم ہمتی کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشیں گے۔

اب میں اسلامی نظام کی فکری اساس کے لیے دوسرا لفظ ''ایمان'' استعمال کررہا ہوں۔ آیئے' ایمان کی حقیقت کے بارے میں کچھ باتیں سمجھ لیجیے!

ایمان کا موضوع

پہلی بات یہ ہے کہ ایمان کا موضوع کیا ہے؟ ایمان کا موضوع وہی سوالات اور مسائل ہیں جو فلسفے کا موضوع ہیں۔ یہ حقیقت پیشِ نظر رہے کہ انسانوں کی عظیم اکثریت تقلیدی مزاج کے لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ جس معاشرے میں آنکھیں کھولتے ہیں' وہاں جو کچھ مانا جارہا ہوتا ہے' وہ بھی اُسے مان لیتے ہیں اور جو کچھ کیا جارہا

ہو وہی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ سوسائٹی میں جو بھی عقائد، نظریات اور افکار پہلے سے موجود ہوتے ہیں وہ اُن پر تنقیدی نگاہ ڈالے بغیر انہیں جوں کا توں قبول کر لیتے ہیں اور زندگی کی بھاگ دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ لیکن معاشرے میں ایک بہت ہی معمولی اقلیت ایسے لوگوں کی بھی پائی جاتی ہے جن کے اندر جستجو ہوتی ہے' ایک جذبہ اور ایک پیاس ہوتی ہے۔ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ ہم کسی شے کو صرف اس لیے نہیں مان سکتے کہ بہت سے لوگ اسے مانتے ہیں' بلکہ تب مانیں گے جب ہمارا اپنا فہم' ہماری اپنی میزانِ عقل اُسے قبول کرے گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن "اولوالالباب" قرار دیتا ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾﴾

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

یہی صاحبِ شعور ہیں اور عقل سے کام لینے والے ہیں۔ سورۃ البقرۃ میں ان کے لیے "اولوالالباب" کی جگہ "قَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ" کے الفاظ آئے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾﴾

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں' رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں' کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا (اور سمندر) میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں' اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے پھر اس سے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے' اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں' اور ہواؤں کے چلانے میں' اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں' عقل مندوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔"

گویا "اولوالالباب" اور "قَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ" مترادف الفاظ ہیں۔ اس قسم کے لوگ غور کرتے ہیں' سماج میں پائے جانے والے افکار و نظریات پر تنقیدی نگاہ ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا شے قابلِ قبول ہے اور کیا ردّ کر دینے کے قابل ہے۔

ان لوگوں کے غور و فکر کے اصل مسائل کیا ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ علم کے دو گوشے ہیں: ایک تجرباتی علم ہے جو حواس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے' جبکہ دوسرا حقیقتِ کلی کی تلاش کا علم ہے۔ اسی علم کے مسائل اولوالالباب کے غور و فکر کا میدان ہیں۔ یعنی اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ کیا کائنات کا وجود ہمیشہ سے ہے اور وہ ہمیشہ رہے گی یا وہ حادث ہے؟ اگر حادث ہے تو کیا وہ خود بخود وجود میں آ گئی ہے یا کسی نے اسے بنایا ہے؟ ہماری حقیقت کیا ہے؟ کیا ہم بھی حیوان ہیں' جیسے زمین میں اور حیوانات چل پھر رہے ہیں؟ اگر ہمارے اور حیوانات کے مابین فرق ہے' تو فرق کی نوعیت کیا ہے؟ کیا یہ صرف کمیتی فرق ہے' جیسے گھوڑے اور گدھے میں فرق ہے کہ ایک ذرا coarse animal ہے اور ایک refined animal ہے۔ کیا ہم میں اور گوریلے میں بس اتنا ہی فرق ہے کہ ہم ذرا refined ہو گئے ہیں اور وہ ابھی ارتقاء کی منازل طے کر رہا ہے؟ یا یہ کہ ہمارے اور حیوانوں میں بنیادی فرق نوعیت کا ہے؟ پھر یہ کہ ہمارے محرکاتِ عمل کیا ہیں؟ اور جبلی افعال (instinicts) کون کون سے ہیں؟ اسی طرح آیا خیر و شر کوئی حقیقت ہے؟ کیا یہ محض سراب اور دھوکا ہے؟ (جیسا کہ انگریزی کا ایک بہت گمراہ کن محاورہ ہے:

"Nothing is good or bad, only thinking makes so"

یعنی کوئی بھی شے نہ اچھی ہے نہ بُری' یہ صرف انسان کی سوچ ہے جو اُسے اچھا یا بُرا بنا دیتی ہے۔) یا یہ کوئی حقیقی اقدار ہیں؟ اگر خیر و شر حقیقی اقدار ہیں تو کیا یہ مستقل ہیں یا ان میں تبدیلی آتی رہتی ہے؟ پھر یہ کہ وہ قوتِ محرکہ (motivating force) کون سی ہے جو انسان کو خیر اختیار کرنے پر مجبور کرے' خواہ بظاہر اس میں نقصان ہو رہا ہو اور شر اور برائی سے منع کرے' خواہ بظاہر اس میں فائدہ نظر آتا ہو؟ مثلاً سچ بولنا خیر ہے' لیکن بسا اوقات انسان کو بظاہر نظر آتا ہے کہ سچ بولنے میں خسارہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح ایک شخص جانتا ہے کہ جھوٹ بولنا شر ہے' لیکن کبھی انسان محسوس کرتا ہے کہ جھوٹ بولنے میں نفع ہو رہا ہے۔ فارسی کا ایک شعر ملاحظہ ہو: ؎

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم
اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم!

(یعنی اے دیانت تجھ پر لعنت ہو' تیری وجہ سے تو مجھے رنج و غم کا سامنا کرنا پڑا (لوگ مجھ سے ناراض ہو گئے) اور اے خیانت تجھ پر رحمتیں ہوں' تیرے ذریعے مجھے خزانے ملے ہیں۔)

اب ان صورتوں میں سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے پر آمادہ کرنے والی قوت کون سی ہے؟ فلسفے کا ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ کیا واقعی' حتمی اور یقینی علم کا حصول انسان کے لیے ممکن ہے یا نہیں؟ اگر یقینی علم کا حصول ممکن ہے تو اس کی ماہیت کیا ہے؟ پھر یہ کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ ہمارا وجود صرف پیدائش سے موت تک ہی محدود ہے یا اس دنیا سے آنے سے پہلے بھی ہمارا وجود تھا اور یہ زندگی ہمارے اُسی وجود کا تسلسل ہے؟ اور اگر موت کے بعد بھی یہ وجود رہے گا تو اس کی کیا کیفیت ہوگی؟

❁❁❁

دعائے مغفرت — اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ اسلام آباد شمالی کے ملتزم رفیق لیاقت علی خان کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت:0332-1311222

☆ حلقہ کراچی شمالی، اورنگی ٹاؤن کے ملتزم رفیق حسنین احمد انصاری کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت:0300-2247004

☆ حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم گلزار ہجری کے ناظم تربیت وقاص مبین خان کی نانی وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت:0321-8750731

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر کے رفیق عبدالمجید کی زوجہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت:0333-2162588

☆ حلقہ ملاکنڈ کے بزرگ رفیق غلام حمید کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت:0307-8043567

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اگر ہم پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنائیں تو ہمارے تمام معاشی، سیاسی، اقتصادی، زرعی، معاشرتی مسائل حل ہوسکتے ہیں: رضاء الحق

کارپوریٹ فارمنگ کا پروجیکٹ اگر بتائے گئے مقاصد کے تحت آگے نہ بڑھا اور صرف ڈالرز کے حصول کو مقصد بنایا گیا تو ہم نہ صرف مشکل میں پھنس جائیں گے بلکہ آئندہ تمام تر بیرونی امداد اور انوسٹمنٹ کے راستے بھی بند ہوجائیں گے: اشرف شریف

لینڈ انفارمیشن اینڈ مینجمنٹ سسٹم: توقعات و خدشات کے موضوع پر
حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: پاکستان کی سول حکومت اور ملٹری قیادت نے مشترکہ طور پر لینڈ انفارمیشن اینڈ مینجمنٹ سسٹم کے نام سے ایک منصوبہ شروع کیا ہے۔ اس کی کیا تفصیلات ہیں؟

رضاء الحق: بنیادی طور پر اس منصوبے کو گرین پاکستان منصوبے کا نام دیا جارہا ہے۔ اگر ہم تاریخی حوالے سے جائزہ لیں تو پاکستان میں زراعت کا شعبہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی 70 سے 75 فیصد آبادی زراعت سے وابستہ ہے۔ اس وقت بھی ہمارے GDP کا 23 فیصد زراعت سے آتا ہے اور ہمارے 38 فیصد لوگوں کا روزگار زراعت کے شعبے سے منسلک ہے۔ اچھی زراعت کے لیے وسائل درکار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیش بہا زرخیز زمین عطا فرمائی ہے جو نہ صرف food crops (چاول، گندم، مکئی، گنا وغیرہ) کے لیے بلکہ cash crops (کاٹن وغیرہ) کے لیے بھی بہترین ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کاٹن کی پیداوار میں پاکستان کا ذکر سرفہرست ہوتا تھا، اسی طرح دیگر زرعی پیداوار میں بھی پاکستان خود کفیل تھا لیکن پھر ایسا کیا ہوا کہ ہمارا زرعی نظام تباہ ہوکر رہ گیا۔ اصل میں قیام پاکستان کے ساتھ ہی جاگیرداری نظام آیا اور اس نے پاکستان کو ایک بہت بڑا سیٹ بیک دیا اور جاگیرداری کے ساتھ کارپوریٹ سیکٹر اور دوسرے طاقتور طبقات مل کر زراعت کی ترقی میں رکاوٹ بن گئے۔ جبکہ بھارت میں شروع میں ہی جاگیرداری نظام کو ختم کردیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہاں زراعت نے تیزی سے ترقی کی۔ ہمارے ہاں زرعی پیداوار میں کمی کی دوسری وجہ یہ بنی کہ ہم نے زمین کو زرخیز رکھنے کے لیے جدید ذرائع کا استعمال نہیں کیا۔ دوسری طرف ریسرچ کی بھی کمی رہی۔ ہمارے ہاں ایسے ادارے نہیں تھے جو زراعت میں معیاری تحقیق کو فروغ دے سکتے۔ جو اکا دکا ادارے تھے ان کی ریسرچ کسان تک نہیں پہنچ سکی۔ اسی طرح آبپاشی کے ذرائع کو بھی ہم نے اپ ڈیٹ نہیں کیا۔ تربیلہ ڈیم اور منگلا ڈیم کے بعد اب تک کوئی بڑا ڈیم نہیں بن سکا جس کی وجہ سے ایک طرف سیلاب کی تباہ کاریوں کا سامنا رہا اور دوسری طرف آبپاشی کے ذرائع محدود ہو

مرتب: محمد رفیق چودھری

گئے۔ کاشتکاروں کو اگر زرعی قرضے اور بنیادی سہولیات دی بھی گئیں تو وہ اس طرح دی گئیں کہ کاشت کی قیمت میں اضافہ کا باعث بنیں۔ اس کے تین بنیادی نتائج برآمد ہوئے۔

(1)۔ فوڈ انسکیورٹی کا مسئلہ پیدا ہوا۔ یعنی زراعت جو ہماری اکانومی کی بنیاد تھی اس میں بہتری نہیں لا سکے تو ہماری خوراک کی ضروریات پوری نہ ہوسکیں۔ ورلڈ فوڈ پروگرام کے مطابق اس وقت 38 فیصد یعنی تقریباً 9 کروڑ پاکستانی غذائی قلت کا شکار ہیں۔ ان میں سے 20 فیصد کو دو وقت کی روٹی کا میسر ہونا بھی مشکل ہورہا ہے۔

(2)۔ جدید ذرائع اور مشینری کے میدان میں پاکستان آگے نہیں بڑھا جس کی وجہ سے زرعی پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

(3)۔ زرعی پیداوار نہ بڑھنے کی وجہ سے جو اجناس ہمیں ایکسپورٹ کرنا چاہیے تھے وہ امپورٹ کرنے پڑے جس سے زرمبادلہ کے ذخائر کم ہونا شروع ہوئے۔

اس کے بعد بھی جو کچھ زرعی پیداوار ہوتی تھی اس کو خرید کر مختلف مافیاز نے سمگل کرنا شروع کردیا۔ اسی طرح مل مافیا نے بھی بھیانک کردار ادا کیا۔ مثلاً جو زمینیں کپاس کی کاشت کے استعمال ہوتی تھیں اور وہ ہمارے زرمبادلہ کا ایک بڑا ذریعہ تھا وہاں شگر مافیا کی اجارہ داری کی وجہ سے گنا لگا دیا گیا۔ ان سب وجوہات نے ہمارے زرعی شعبے کو تباہ کردیا۔

سوال: لینڈ انفارمیشن اینڈ مینجمنٹ سسٹم کے نام سے ہماری سول اور ملٹری قیادت نے جو منصوبہ شروع کیا ہے آپ کے پاس اس کی کیا تفصیلات ہیں؟

اشرف شریف: اصل میں یہ پروجیکٹ سی پیک کا ہی حصہ تھا لیکن اب ملٹری کی انوالومنٹ اس میں اس لیے ہوئی ہے کہ پاکستان میں food in security کا مسئلہ بڑھ گیا تھا۔ گندم کی پیداوار کے باوجود لوگوں کو آٹا نہیں مل رہا تھا۔ ایسی صورتحال میں جب ملک میں انتشار پیدا ہوتا ہے تو پھر نیشنل سکیورٹی کے لیے بھی خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ سوویت یونین کے بکھرنے سے پہلے کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ اس لیے پاک فوج نے ہنگامی بنیادوں پر اس مسئلے کو حل کرنے کا سوچا اور تقریباً 45 ہزار ایکڑ رقبے پر اس منصوبے کا آغاز کیا۔ اس میں پہلا رول پنجاب گورنمنٹ کا تھا کہ وہ identify کرے کہ محکمہ جنگلات اور دوسرے سرکاری اداروں کی وہ زمین کہاں کہاں ہے جو اب تک آباد نہیں ہوئی۔ چنانچہ پنجاب گورنمنٹ نے ان زمینوں کی نشاندہی کی۔ دوسرا رول پاک فوج کا ہوگا۔ پاک فوج اس لیے بھی انوالو ہو رہی ہے کہ پاکستان میں زمینوں کے معاملات آسان نہیں ہوتے، حکومتوں کے لیے بھی کئی دفعہ مسئلہ بن جاتا ہے کیونکہ کئی طاقتور گروہ قبضے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ پھر فوج کا دوسرا رول یہ ہوگا کہ وہ ان زمینوں کو باقاعدہ طور پر

قابل کاشت بنائے گی۔ اس کے بعد تھرڈ پارٹی کا رول شروع ہوگا جو کہ کارپوریشنز کی صورت میں ہیں وہ یہاں کاشت وغیرہ کریں گی اسی لیے اسے کارپوریٹ فارمنگ کہا جارہا ہے۔ کہا یہ جارہا ہے کہ یہ پروجیکٹ ان دوست ممالک کی ضروریات بھی پوری کرے گا جو اس میں انوسٹمنٹ کررہے ہیں۔ کوئی انڈرسٹینڈنگ ایسی ہے جو ابھی تک سامنے نہیں آرہی لیکن ایک خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ فوج کا اس میں کیا رول ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اوکاڑہ میں جو زمینیں فوج نے لیز پر ڈیری فارمنگ کے لیے لی ہوئی تھیں ان کی مدت ختم ہوچکی ہے اور عوام مظاہرے کررہے ہیں۔ ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے فوج نے وضاحت کی ہے کہ یہ زمینیں فوج کے کنٹرول میں نہیں ہوں گی بلکہ یہ پنجاب حکومت کے کنٹرول میں ہی رہیں گی۔

زراعت کے شعبے کو صرف چند فصلوں تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ زراعت کے ساتھ لائیوسٹاک بھی آجاتا ہے۔ زراعت کے ساتھ مفید کیڑے بھی آجاتے ہیں اور آپ کو شاید معلوم ہو کہ پاکستان میں ریشم کے کیڑے پالنے کی سب سے بڑی انڈسٹری چھانگا مانگا میں تھی۔ آج سے دس سال پہلے دس ہزار بھٹیاں تھیں لیکن اب ان کی تعداد 200 بھی نہیں رہ گئی۔ وجہ یہ ہے کہ حکومت نے سرپرستی نہیں کی اور درخت کاٹ دیے گئے۔ اب اس کی بجائے افغانستان اور ازبکستان سے ریشم آتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں پھلوں کی حفاظت کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے، گلگت بلتستان میں ہزاروں ٹن پھل ضائع ہوجاتا ہے کیونکہ ایک تو راستے دشوار ہیں دوسرا ان کو محفوظ کرنے کے لیے processing plants نہیں ہیں۔ اگر وہاں پر چھوٹے چھوٹے unit لگا دیے جائیں اور لوگوں کو بتایا جائے کہ اگر آپ کے پاس خوبانی کو باہر لے جانے کا انتظام نہیں ہے تو اسے process کرکے یہیں پہ پیک کر دیں اور اس کے بعد آسانی سے فروخت ہوجائے گی۔ اسی طرح چند سال پہلے یہاں ٹماٹر اتنا سستا ہوگیا کہ لوگوں نے ضائع کرنا شروع کردیا تھا اور کسانوں نے اپنی فصلوں کو آگ لگادی کہ جتنی لاگت آتی ہے اس سے بھی کم انکم ہے۔ اس دوران کسی حکومت نے کوشش نہیں کہ جو کاشتکار ٹماٹر لگاتے ہیں ان کو ایک چھوٹا سا کورس ہی کروا دیں کہ اگر آپ کے ٹماٹر فروخت نہیں ہورہے تو آپ کیچپ بنالیں اور بعد میں فروخت کردیں۔ اس سے آپ کی محنت ضائع نہیں ہوگی بلکہ کچھ فائدہ بھی ہوجائے گا۔

سوال: کارپوریٹ فارمنگ کا یہ پروجیکٹ کہیں عالمی ایجنڈے کا حصہ تو نہیں ہے؟

رضاء الحق: دیکھیے یہ جو کارپوریٹ فارمنگ ہے اس کو آپ دنیا میں ملٹی نیشنلز کے غلبے سے علیحدہ نہیں دیکھ سکتے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب IMF اور ورلڈ بینک قائم ہوئے تو اس کے ساتھ ہی ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن بھی قائم ہوگئی۔ اس کے بعد ملٹی نیشنل آرگنائزیشنز کا ایک دور آیا۔ اصل میں جن کے پاس سرمایہ ہے وہ دنیا پر اپنی اجارہ داری بھی چاہتے ہیں۔ اس اجارہ داری کا آغاز پہلے انہوں نے اپنے ممالک سے کیا پھر یورپ پر ان کا ہولڈ قائم ہوگیا۔ کارپوریٹ فارمنگ میں ایک پوری چین ہوتی ہے جس میں بیج، کھاد، اجناس، ادویات، پانی، مارکیٹ قیمت وغیرہ شامل ہوتی ہیں۔ یورپ میں ان تمام چیزوں کو چند بڑی کارپوریشنز کے کنٹرول میں دے دیا گیا ہے۔

> **مغرب کے غذائی ذخائر کو اپنے قبضہ میں کرنے کے بعد دنیا کی بڑی کارپوریشنز نے دنیا بھر کے غذائی ذخائر پر قبضہ کے منصوبے پر عمل درآمد شروع کردیا ہے۔**

وہاں تمام food items اور بیج وغیرہ جی ایم اوز کے ذریعے بنتے ہیں جو Monsanto نام کی ایک کمپنی کے کنٹرول میں ہے۔ یورپ کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے بعد ان کارپوریشنز نے دیگر ممالک میں اپنا کنٹرول حاصل کرنا شروع کیا۔ بھارت میں کچھ عرصہ قبل بھارتی سرمایہ داروں نے فارمنگ پر کنٹرول حاصل کرنا چاہا جس کے خلاف پنجاب کے سکھوں نے طویل مظاہرہ کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ کارپوریٹ فارمنگ کے خلاف تھے کیونکہ کارپوریٹ فارمنگ چھوٹے کاشتکاروں کی موت ہے۔

سوال: گویا اس پروجیکٹ کو آپ کارپوریٹ فارمنگ کی طرف ایک step سمجھ رہے ہیں؟

رضاء الحق: اس میں جب ڈیجیٹلائیزیشن کی جائے گی تو گویا یہ چھوٹے کاشتکاروں کا نادرا بن جائے گا۔ یعنی ان کی ساری چیزیں ریکارڈ پر آجائیں گی۔ فوڈ انسکیورٹی کا مسئلہ تو پوری دنیا میں موجود ہے، روس یوکرائن جنگ کی وجہ سے یہ خطرہ اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن جب آپ کارپوریٹ کلچر کی طرف جاتے ہیں تو چھوٹا کسان پس جاتا ہے۔ پھر یہ کہ جو انوسٹمنٹ کرتا ہے وہی زیادہ فائدہ اُٹھاتا ہے اور تمام پروجیکٹس اسی کے کنٹرول میں رہتے ہیں، مقامی لوگوں یا عام لوگوں کو اس کا زیادہ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ سی پیک منصوبے میں بھی ہم نے دیکھا ہے کہ پاکستان کی انجینئرنگ فرمز کی بجائے چین اپنی فرمز کو کام دیتا ہے۔ اسی طرح ہم نے دیکھا ہے ایئرپورٹس کو بھی lease پہ دیا جا رہا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس کارپوریٹ فارمنگ کا کنٹرول حکومت کے پاس نہ رہے۔ ایک مشہور مقولہ ہے: " Power tends to corrupt and absolute power corrupts absolutely" جب ایک ایسا ادارہ جس کے پاس بہت طاقت ہے وہ ہر چیز میں ملوث ہو جائے گا جیسا کہ سی پیک میں بھی وہی ہے، نادرا میں بھی وہی ہے، پیمرا میں بھی وہی ہے، واپڈا میں بھی وہی ہے، ہر جگہ وہی ہوگا تو پھر اس کے نقصانات بھی ظاہر ہوسکتے ہیں۔

سوال: کارپوریٹ فارمنگ کی طرف جو اس وقت دنیا کا ٹرینڈ ہے اور اسی کے تحت انڈیا میں مودی سرکار نے بھی کوشش کی جس کے خلاف سکھوں نے بہت بڑا اور طویل احتجاج کیا اور وہ پروجیکٹ وہاں پر لاگو نہ ہوسکا۔ کیا ایسے ناکام پروجیکٹ کا تجربہ پاکستان میں کامیاب ہوسکتا ہے؟

اشرف شریف: پاکستان میں اسی شکل میں ایک تجربہ پہلے کامیاب ہوچکا ہے۔ جہانگیر ترین نے 40 ہزار ایکٹر زمین لے کر وہاں پھلوں کے باغات لگائے، چارہ لگایا، اسی طرح گندم اور گنا وغیرہ بھی لگاتے ہیں۔ یہ چیزیں وہ خلیجی ممالک کو ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ اس پروجیکٹ میں انہوں نے امریکہ اور آسٹریلیا سے ماہرین بلا کر ان کی خدمات حاصل کررکھیں ہیں۔ مقامی کاشتکاروں کا فائدہ یہ تھا کہ وہ اپنی فصل، پیداوار، منافع وغیرہ خود کنٹرول کرتے ہیں اور پیسہ ملک میں رہتا ہے۔ لیکن جب باہر کی ملٹی نیشنل کمپنیاں آجاتی ہیں تو وہ منافع بیرون ملک لے جاتی ہیں۔ اس پروجیکٹ میں اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ 40 فی صد منافع پنجاب حکومت کو ملے گا، 20 فی صد منافع ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ پر لگایا جائے گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سارا کنٹرول ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہاتھ میں ہوگا تو ہم ان کے محتاج ہوجائیں گے کہ وہ ہمیں کچھ دیں یا نہ دیں۔ جیسے بلوچستان میں کئی بیرونی کمپنیاں کام کررہی ہیں وہی ہمیں بتاتی ہیں کہ اتنا سونا نکلا ہے، اتنا چاندی نکلا ہے، اتنا تانبا ہے وغیرہ۔ اسی طرح اگر اس پروجیکٹ میں بھی جو انوسٹرز ہوں گے وہی تعین کریں گے تو ممکن ہے ہمیں اتنا زیادہ فائدہ نہ ہو کیونکہ حساب کتاب پر کنٹرول تو ان کا ہوگا۔ یہ خدشات بہرحال موجود ہیں۔

اس کے ساتھ ہمارے مقامی کاشتکار کی آزادی اور پیداوار پر اس کا جو کنٹرول ہے اس پر بھی کوئی سمجھوتہ تو نہیں ہو جائے گا اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر ہمارے ہاں کوئی مستقل پالیسی نہیں ہے اس کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ میرا ایک دوست روسی سرمایہ دار کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ جب روس یوکرائن جنگ کے بعد روسی سرمایہ داروں کے اثاثے امریکہ میں فریز ہوگئے تو انہوں نے انوسٹمنٹ کے لیے نئی مارکیٹ کی تلاش شروع کی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ پاکستان میں انوسٹمنٹ کریں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں غیر یقینی کی صورتحال ہے۔ ایک گورنمنٹ کی پالیسی کچھ ہوگی وہ ہمیں ویلکم کرے گی، تحفظ دے گی لیکن دوسری حکومت آئے گی تو اس کی پالیسی کچھ اور ہوگی اور ہمیں سابقہ حکومت کے اتحادی سمجھ کر نقصان دے گی۔ پاکستان کی معاشی تباہی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔

ایک بہت بڑا خطرہ اس کارپوریٹ فارمنگ کی صورت میں یہ بھی ہوگا کہ جو کارپوریشنز انوسٹمنٹ کریں گی، ظاہر ہے ان کے پاس سرمایہ، قوت، عالمی طاقتوں کی سپورٹ ہر چیز ہوگی۔ آپ ان کو زمین دے رہے ہیں کل آپ کے ساتھ فلسطینیوں جیسا سلوک ہوتا ہے تو آپ کیا کریں گے؟ فلسطینیوں نے بھی اپنی زمینیں بیچ دی تھیں، یہودیوں کے پاس سرمایہ تھا انہوں نے قبضہ کرکے اپنا ملک بنالیا۔ لہٰذا میرے خیال سے ان تمام جزئیات پر باریک بینی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: اطلاعات کے مطابق اس پروجیکٹ میں سعودی عرب اور چائنہ کے علاوہ یو اے ای، قطر، بحرین سمیت اور بھی کئی خلیجی ممالک دلچسپی لے رہے ہیں۔ کیا ان کی یہ دلچسپی اس پروجیکٹ کی فنڈنگ اور اس کی ٹیکنیکل سپورٹ تک محدود ہے یا ہماری حکومت ان ممالک کو زمینیں لیز پہ دے رہی ہے؟ اور کہیں خدانخواستہ ہمیں وہ دن نہ دیکھنا پڑ جائے کہ ہم بھی فلسطینیوں کی طرح مطالبہ کر رہے ہوں کہ ہماری زمینوں کو بیرونی تسلط سے آزاد کرایا جائے۔ کہیں ہم بھی غلامی کی طرف تو نہیں بڑھ رہے؟

رضاء الحق: اصل میں یہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم کتنی گہرائی میں جا کر اپنی پالیسی کو دیکھتے ہیں اور اس کو ملکی مفاد سے ہم آہنگ بناتے ہیں۔ ملکی مفاد کے لیے دو چیزیں انتہائی اہم ہیں۔ ایک یہ کہ جو نسلی، لسانی، صوبائی تعصبات ہیں ان کو ایک آئیڈیالوجی کے ذریعے ختم کرکے قوم میں یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ خوش قسمتی سے ہمارے پاس اس کام کے لیے نظریۂ پاکستان یعنی اسلامی نظریہ موجود ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمیں اپنے ملک کی زمینوں کو محفوظ بنانا ہے۔ ان دو چیزوں پر جتنا آپ فوکس کریں گے اتنا ہی مستقبل میں آپ اپنی قومی سلامتی کو یقینی بنائیں گے۔ کارپوریٹ فارمنگ کے حوالے سے ہم یہی کہیں گے کہ

> بیرونی کارپوریشنز کو زمینیں دیتے وقت اس پہلو پر بھی غور کرلینا چاہیے کہ کہیں خدانخواستہ ہمیں بھی وہ دن نہ دیکھنا پڑ جائے کہ ہم بھی فلسطینیوں کی طرح مطالبہ کر رہے ہوں کہ ہماری زمینوں کو بیرونی تسلط سے آزاد کرایا جائے۔

اگر اس میں باہر سے سرمایہ کاری ہو رہی ہے تو پھر یہ معاہدہ build operate transfer کی بنیاد پہ کیا جائے تاکہ کم از کم ملکیت تو ہماری محفوظ رہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے مقامی کاشتکاروں، انجینئرنگ فرمز اور عوام کو بھی فائدہ پہنچے۔

اشرف شریف: کارپوریٹ فارمنگ کے ساتھ اگر ہم زرعی ماہرین پیدا کرنے کا کوئی ادارہ بنا سکیں تو میرا خیال ہے کہ یہ بڑا ضروری ہے کیونکہ ہمیں زرعی ماہرین کی ضرورت ہے۔

سوال: پاکستان ایک زرعی ملک ہے لیکن اس کے باوجود ہماری بدقسمتی ہے کہ شاید ہی کوئی زرعی جنس ہو جو ہمیں درآمد نہ کرنی پڑتی ہو۔ آج ہمارا ملک food crisis کا شکار ہے۔ ان حالات میں پاکستان ان ممالک کی توجہ کا مرکز کیوں بنا ہوا ہے جو کارپوریٹ فارمنگ پروجیکٹ میں انوسٹمنٹ کرنا چاہتے ہیں؟

اشرف شریف: یہ میرا خیال ہے پاکستان کو چونکہ اس وقت ڈالرز کی ضرورت ہے اور اس کے لیے کوئی نہ کوئی پلاننگ تو پاکستان کو کرنی ہی تھی لہٰذا اسی وجہ سے یہ پروجیکٹ لانچ کیا گیا ہوگا اور بیرونی انوسٹرز کو بھی پاکستان نے خود دعوت دی ہوگی۔ اس کے ساتھ اگر ہماری زراعت کا بھی بھلا ہو جائے تو یہ ہمارے لیے دہرا فائدہ ہے۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ معاہدہ میں کچھ ایسی کنڈیشنز ہوں گی کہ انوسٹمنٹ کرنے والے ممالک کی کچھ غذائی ضروریات بھی پوری ہو جائیں۔ اب تک خلیج میں جتنا پھل جاتا ہے وہ یا تو یورپ سے آتا ہے یا پھر ایران، عمان یا انڈیا سے آتا ہے، سبزیاں زیادہ تر انڈیا سے آتی ہیں۔ پاکستان سے کوئی چیز نہیں جاتی۔ وجہ پیکنگ، گریڈنگ اور کوالٹی میں معیار کو مدنظر نہ رکھنا بتایا جاتا ہے۔ اب اگر اس پروجیکٹ کے ذریعے پاکستان غذائی اجناس، پھل اور سبزیاں خلیجی ممالک کو ایکسپورٹ کرسکے گا تو اس کی معیشت کے لیے یہ بہت اچھا ہوگا۔ اسی طرح لائیوسٹاک میں ممکن ہے گوشت بھی ایکسپورٹ کرنے کے ہم قابل ہو جائیں۔ چین سالانہ 5 سو ارب ڈالر کا گوشت باہر سے منگواتا ہے۔ اگر ایک ارب ڈالر کا ہی سہی پاکستان سے جائے گا تو پاکستانی معیشت پر کتنا اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ پاکستان کے پاس ہزاروں مربع کلومیٹر کے علاقے ہیں جو چراگاہوں کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں اور وہاں لائیوسٹاک کا بڑے پیمانے پر کام ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ کارپوریٹ فارمنگ سے پاکستان کو فائدہ ہوگا۔ یہاں کے کسان کو جدید ٹیکنالوجی کی سہولت میسر ہو جائے گی۔ ان کی معاشی حالت بہتر ہوگی۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس میں will کتنی ہوگی؟ اگر تو اس پروجیکٹ کا مقصد صرف یہ ہے کہ وقتی طور پر ہمیں ڈالرز کی جو ضرورت ہے وہ پوری ہو جائے تو وہ تو ہو جائے گی لیکن اگر یہ پروجیکٹ ان مقاصد کے تحت جو بتائے جا رہے ہیں آگے نہ بڑھا تو نہ صرف ہم مشکل میں پھنس جائیں گے بلکہ دوست ممالک کے ساتھ ہمارے تعلقات بھی خراب ہو جائیں گے اور آئندہ کے لیے کسی بھی بیرونی انوسٹمنٹ یا مدد کے راستے بند ہو جائیں گے۔

سوال: جاگیرداری نظام کی موجودگی میں کیا پاکستان کا زرعی شعبہ ترقی کرسکتا ہے؟

رضاء الحق: چند روز قبل میں ایک انگلش اخبار میں یہ رپورٹ پڑھ رہا تھا کہ پاکستان میں عیدالاضحی کے موقع پر 2 بلین ڈالرز کے لائیوسٹاک کی قربانی دی گئی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں کتنا بڑا اسکوپ ہے کہ اگر ہم لائیوسٹاک کے شعبہ کو ترقی دیں تو ایکسپورٹ کے ذریعے کتنا زرمبادلہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اصل میں ہمارے ہاں جو جاگیردارانہ کلچر ہے اسی کی چھتری کے نیچے سرمایہ داری بھی ہے، مختلف پارٹیوں کے سربراہان اور سیاستدان اور بینکر بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، تمام قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اسی طبقے کی اجارہ داری ہے، پھر اس کے ساتھ ملٹری اور سول بیوروکریسی کا گٹھ جوڑ بھی شروع سے چلا آرہا ہے اور یہ ایک پوری اشرافیہ ہے جو پورے نظام پر سوار ہے اور تمام پالیسیاں اسی اشرافیہ کی مرضی سے بنتی ہیں۔ یہ اشرافیہ ذاتی مفاد میں ملکی اور قومی مفاد کو پس پشت ڈال دیتی ہے اور پھر اشرافیہ کے اسی گٹھ جوڑ اور

ارتکازِ دولت کی وجہ سے کسان، مزدور اور عام آدمی کا استحصال ہوتا ہے جس سے haves اور have nots کی صورتحال بن جاتی ہے۔ لہٰذا ہماری ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اشرافیہ کا یہ گٹھ جوڑ کتنی جلدی ختم ہوتا ہے، اگر تو یہ ختم کیا جا سکے اور ایک اجتماعی نظامِ عدل کو کسی نہ کسی صورت میں نافذ کیا جا سکے تو پھر ممکن ہے کہ زراعت، لائیوسٹاک اور انڈسٹری میں ہم ترقی کر سکیں گے اور معیاری برنڈنگ اور پیکنگ کر کے انٹرنیشنل مارکیٹ میں بیچ سکیں گے۔ اگر اشرافیہ کا یہ گٹھ جوڑ ختم نہ ہو سکا تو پھر یہ کارپوریٹ فارمنگ کا منصوبہ بھی محض وقتی مفاد اور ڈالرز کے حصول کا ذریعہ تو بن جائے گا اس سے آگے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

سوال: اس پروجیکٹ میں جی ایچ کیو کی براہِ راست انوالومنٹ کیا معاشرے میں آرمی کی ساکھ کو متاثر نہیں کرے گی؟

اشرف شریف: اس میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو بیرونی انویسٹرز کو ایک مستحکم قسم کی یقین دہانی کی ضرورت تھی کیونکہ ہماری سول حکومتیں غیر یقینی کی صورتحال میں رہتی ہیں، ان کی کوئی مستقل پالیسی نہیں ہوتی اور دوسرا یہ کہ زمینوں کے معاملات ہمارے ہاں اتنے سادہ نہیں ہوتے۔ ان دو وجوہات کی بناء پر فوج کی انوالومنٹ کو مثبت انداز سے ہی دیکھا جانا چاہیے۔

سوال: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پاکستان میں land reforms کیسے کی جا سکتی ہیں؟

رضاء الحق: اس حوالے سے میں ایک تاریخی حوالہ دینا چاہوں گا۔ ایوب خان کے دور میں لینڈ ریفارمز کی ابتدا کی گئی تھی جس میں یہ تعین کر دیا گیا تھا کہ ایک شخص زیادہ سے زیادہ کتنی زمین رکھ سکتا ہے۔ بارانی زمین کی حد ایک ہزار ایکڑ اور آبی زمین کی حد پانچ سو ایکڑ مقرر کی گئی۔ آگے چل کر بھٹو حکومت میں تین سو اور ایک سو اور پھر سو اور پچاس ایکڑ کی حد مقرر ہوئی۔ لیکن جب ضیاء الحق کے دور میں وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں آیا تو جاگیرداروں نے اس میں کیس دائر کیا کہ لینڈ ریفارمز کو ختم کیا جائے۔ وفاقی شرعی عدالت نے 1980ء میں فیصلہ دیا جس میں دو چیزیں بیان ہوئیں۔ ایک یہ کہ آئین میں ترمیم کرنا وفاقی شرعی عدالت کے اختیار میں نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ لینڈ ریفارمز میں زمینوں کی ملکیت کی جو حد مقرر کی گئی ہے وہ شریعت کے خلاف نہیں ہے انہیں برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ جاگیرداروں نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور قزلباش وقف نامی ادارے نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اس کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ 9 سال تک یہ کیس چلا اور آخر کار سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے فیصلہ سنایا کہ زمینی ملکیت کی حد مقرر کرنا اسلام کے خلاف ہے۔ اس کے بعد سے اب تک زرعی اصلاحات کا معاملہ کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام جائیداد رکھنے پر کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ لیکن دوسری طرف اسلام دولت اور وسائل کے چند ہاتھوں میں جانے کے بھی سخت خلاف ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے دورِ حکومت میں ایک اجتہادی فیصلہ صادر کیا تھا کہ جو علاقے فتح ہوئے ہیں ان کی زمینوں سے مقامی کاشتکاروں کو بے دخل نہ کیا جائے اور ان زمینوں کو خراجی تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر سارے مفتوحہ علاقوں کی زمینوں پر مسلمان قابض ہو جائیں گے تو باقی سب لوگ غلام بن جائیں گے اور ان کا استحصال ہوگا۔ اسی طرح کی ایک مثال حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کے دور میں بھی ملتی ہے۔ ان سے پہلے اموی دور میں جاگیروں کو تحفہ کے طور پر دیے جانے کا رواج چل نکلا تھا۔ آپؒ نے بیعت لینے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا ان زمینوں کے مالکانہ حقوق معطل کر دیے۔ پھر یہ کہ اسلامی فقہ کا اصول ہے کہ زمین کے پیٹ سے حاصل دولت مثلاً معدنیات، تیل وغیرہ امتِ مسلمہ کی مشترکہ ملکیت تصور ہو گی۔ ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر پاکستان میں لینڈ ریفارمز کی جائیں تو پاکستان پر مسلط جاگیرداری نظام ختم ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر شرعی اصولوں کے مطابق زکوٰۃ اور عشر بھی حاصل کیا جائے تو پھر ارتکازِ دولت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور عوام کو فائدہ پہنچے گا۔ یعنی اگر ہم پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بناتے ہیں تو ہمارے تمام معاشی، سیاسی، معاشرتی، زرعی، غذائی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ پچھلے دنوں وزیر اعظم صاحب فرما رہے تھے کہ ہم کب تک سودی قرضہ لیتے رہیں گے۔ یہ سوال کرنا ان کا کام نہیں ہے بلکہ ان کی ذمہ داری ہے کہ سود کے خلاف عدالتی فیصلے پر عمل درآمد کروائیں۔ جس طرح انہوں نے ملٹری کے ساتھ مل کر کارپوریٹ فارمنگ کا پروجیکٹ شروع کیا ہے اسی طرح وہ اس طرف بھی قدم اٹھائیں اور خاص طور پر یہ ملک جس بنیاد پر بنا ہے انہی بنیادوں پر اس کا نظام بھی قائم و نافذ کریں۔ ❀❀❀

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

بقیہ: منبر و محراب

کرتا ہوں، اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ ہم اُمید بھی کرتے ہیں اور دعا بھی کرتے ہیں کہ ان کے سینے میں قرآن کا جو نور ہے اس کی برکت کا ظہور ہو۔ آج ملک ہنگامی صورتحال سے دوچار ہے، اس کو جنرل صاحب ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اُن سے عرض کریں گے کہ سب سے بڑا ہنگامی مسئلہ اللہ کی ناراضگی ہے، ہم نے سود کی لعنت کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کر رکھا ہے۔ آپ اس جنگ کے خاتمے کی طرف پہلا قدم اُٹھوا دیجئے۔ پھر ہم نے 75 برس سے اللہ سے وعدہ خلافی اور بے وفائی کی روش اختیار کر رکھی ہے، اس کا ازالہ کروانے کی طرف قدم بڑھوا دیجئے، پھر ان شاء اللہ، اللہ کی رحمت بھی آئے گی، بشارت بھی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦﴾ (محمد) ”اے اہلِ ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“

سب کچھ کر کے دیکھ لیا، اب آئیں اللہ کی طرف لوٹیں، اپنی نافرمانیوں سے توبہ کریں، اللہ کو راضی کریں اور اللہ کی شریعت کے نفاذ کی طرف پیش قدمی کریں۔ اس کے سوا اس مملکت کا کوئی حل نہیں کیونکہ باقی 56 ممالک نے دعویٰ نہیں کیا تھا، ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم یہاں اسلام کو غالب کریں گے لیکن پھر ہم نے غداری کی۔ اس غداری پر اللہ سے معافی مانگیں اور سچے دل کے ساتھ وعدہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کرے ہمارے دلوں کو اس طرف پھیر دے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان اللہ کے بندوں کے دل ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہے پھیر دے، اسٹیبلشمنٹ ہو، حکمران ہوں، سیاستدان ہوں، عوام ہوں، ہم سب پر اختیار تو اللہ تعالیٰ کا ہی ہے، وہ جب چاہے ہمارے دلوں کو پھیر دے مگر اس کے لیے ہمارے دلوں میں ہدایت کی طلب تو ہو۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ⑬﴾ (الشوریٰ) ”اور وہ اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اس بات کی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! ❀❀❀

ماہ محرم الحرام: تاریخ کے جھروکوں سے

مولانا عبدالرشید

محرم کا مہینہ، اسلامی تقویم کا پہلا مہینہ ہے جو عظمت واحترام میں بہت ساری نوعیتوں سے دیگر مہینوں پر فوقیت و برتری رکھتا ہے۔ جاہلیت کے تاریک ترین زمانے ہی سے ریگزار عرب کے وہ بدو جو علم سے دور اور عقل سے بیگانہ، وحشت سے قریب اور جنگ وجدال کے دلدادہ تھے، اس مہینے کے احترام میں قتل وقتال، جنگ وجدال، کشت وخون، لوٹ مار اور غارت گری ورہزنی سے باز رہتے تھے؛ یہی وجہ ہے کہ محرم کے مہینہ کو محرم الحرام کہا جاتا ہے کہ اس میں معرکہ کارزار گرم کرنا اور انسانوں کے خون کو ناحق بہانا حرام ہے۔

علامہ ابن رجبؒ فرماتے ہیں: ”ہمارے اسلاف واکابر تین عشروں کی نہایت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ایک رمضان المبارک کا آخری عشرہ، دوسرا ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور تیسرا محرم الحرام کا پہلا عشرہ۔“ نیز فرماتے ہیں: ”بعض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیس دن کے بعد چالیس دن کی تکمیل کے لیے جن دس دنوں کا اضافہ کیا تھا، وہ یہی محرم الحرام کے دس دن تھے۔“ آگے فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے محرم الحرام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی ہے جو اس کے شرف اور خصوصی فضیلت پر دال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی مخلوق کی نسبت ہی اپنی طرف فرماتا ہے۔“ (لطائف المعارف)

اس مبارک مہینہ کی دسویں تاریخ تو گویا خوبیوں اور فضیلتوں کا بیش قیمت گلدستہ ہے کہ اسی دن پیغمبر جلیل موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظالمانہ وجابرانہ شکنجہ اور غلامی کی ذلت آمیز قیدوسلاسل سے آزاد کرایا۔ اس دن کی فضیلت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے کہ رمضان کے بعد اسی دن کے روزہ کو افضل وبرتر بتلایا گیا چنانچہ پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”رمضان کے مہینہ کے بعد محرم کے مہینہ کا روزہ افضل ترین روزہ ہے۔“ (صحیح مسلم)

لہٰذا اس دین کا حق تو یہ ہے کہ بندہ کمال بندگی کے ساتھ اپنے رب کی محبت میں سرشار ہوکر اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہمہ تن مشغول ہوجائے انتہائی عجز ونیاز کے ساتھ اپنی عبادات اور اعمال صالحہ کا نذرانہ اس کے دربار عالی میں پیش کرے اور روزہ ونماز ذکر وتسبیح کے ذریعے اس کی خوشنودی ورضامندی کا جویا وطلب گار رہے۔

رسول اکرم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا: ”زمانہ گھوم کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں جن میں سے چار حرمت وادب والے ہیں۔ تین تو پے در پے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور چوتھا رجب المرجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔“ (بخاری ومسلم)

عاشوراء کا روزہ:

اسلام سے پہلے لوگ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور اس کے خاتمہ پر عید کرتے تھے، ابتدائے اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض تھا جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تب عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی؛ جس کا دل چاہے رکھے، نہ چاہے نہ رکھے۔

جب آنحضرت مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہودیوں کو محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ”تم اس روز کیوں روزہ رکھتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہماری نجات کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا۔ آپؐ نے فرمایا: ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم تم سے زیادہ موافقت رکھنے کے حقدار ہیں۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔“ (بخاری ومسلم)

لیکن یہودیوں کی مشابہت سے بچنے کے لیے آپؐ نے فرمایا کہ اگر اگلے سال میں زندہ رہا تو محرم کی نویں اور دسویں کا روزہ رکھوں گا۔ مگر آئندہ سال آپ محرم کے آنے سے پہلے خالق حقیقی سے جاملے؛ لیکن یہ حکم باقی رہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا لہٰذا محرم کی نویں دسویں یا دسویں گیارہویں یعنی دو دن روزہ رکھنا چاہیے۔ نیز رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہودیوں کی مخالفت کرو، دسویں کے ساتھ ایک دن اور روزہ رکھو چاہے ایک دن پہلے ہو یا ایک دن بعد۔“ (مسند احمد)

ہجری تقویم کے آغاز کا مہینہ:

ماہ محرم کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ یہ سن ہجری (اسلامی سال) کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد سرور کائنات کے واقعہ ہجرت پر ہے؛ لیکن اس کا تقرر اور آغاز استعمال 17 ہجری میں عہد فاروقی سے ہوا۔ یمن کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے احکامات آتے تھے جن پر تاریخ کا اندراج نہیں ہوتا تھا چنانچہ 17 ہجری میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر خسر مصطفیٰ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ طے یہ پایا کہ اپنے سن تاریخ کی بنیاد واقعہ ہجرت کو بنایا جائے اور اس کی ابتدا محرم سے کی جائے؛ کیونکہ 13 نبوی کے ذوالحجہ کے بالکل آخر میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا منصوبہ طے کرلیا گیا تھا اور اس کے بعد جو چاند طلوع ہوا وہ محرم کا تھا۔

مسلمانوں کا سن ہجری اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ دوسرے مذاہب میں جو سن رائج ہیں وہ یا تو کسی شخصیت کے یوم ولادت کی یاد دلاتے ہیں یا کسی قومی واقعہ مسرت وشادمانی سے وابستہ ہیں۔ نسل انسانی کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ سن عیسوی کی ابتدا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہے۔ یہودی سن حضرت سلیمان علیہ السلام کی فلسطین پر تخت نشینی کے ایک پرشکوہ واقعہ سے وابستہ ہے۔ رومی سن سکندر فاتح اعظم کی پیدائش کو ظاہر کرتا ہے۔ بکری سن راجہ بکرماجیت کی پیدائش کی یاد دلاتا ہے؛ لیکن اسلامی سن ہجری عہد نبوی کے ایسے عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہے جس میں ایک سبق پنہاں ہے کہ اگر مسلمان پر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں، سب لوگ دشمن ہوجائیں، اعزہ واقربا بھی اس کو ختم کرنے پر تل جائیں اس کے دوست احباب بھی اسی طرح تکالیف میں مبتلا کر دیئے جائیں، تمام سربرآوردہ لوگ اسے قتل کرنے کا عزم کرلیں، اس پر عرصہ حیات تنگ کردیا جائے اس کی آواز کو بھی دبانے کی کوشش کی جائے تو اس وقت مسلمان کیا کریں؟ اسلام نہیں کہتا کہ کفر وباطل سے مصالحت کرلی جائے یا حق کی تبلیغ میں

مداہنت اور رواداری سے کام لیا جائے اور اپنے عقیدے اور نظریے میں نرمی پیدا کر کے ان کے اندر گھل مل جائے تاکہ مخالفت کا زور کم ہو جائے۔ نہیں، بلکہ اسلام ایسی بستی اور شہر پر حجت تمام کر کے ہجرت کا حکم دیتا ہے۔

اسی واقعہ ہجرت پر سن ہجری کی بنیاد ہے جو نہ تو کسی انسانی فوقیت و برتری کو یاد دلاتا ہے اور نہ ہی کسی پُر شکوہ واقعہ کو 133 بلکہ مظلومی و بے بسی کی ایسی یادگار ہے جو ثابت قدمی، عزم و استقلال، صبر و استقامت اور رضائے الٰہی پر راضی ہونے کی زبردست مثال ہے۔

یہ واقعہ ہجرت ہمیں یاد دلاتا ہے کہ وہ مظلوم، بے کس بے بس اور لاچار مسلمان کس طرح اپنے مشن میں کامیاب ہوئے اور کس طرح وہ خارستان میں گئے، بیابان اور جنگلوں کی خاک چھانی اپنے آبلوں سے کانٹوں کی تواضع کی، صرصر و سموم کو دیکھا، لو اور دھوپ کو محسوس کیا، تپتی ریت اور دہکتے کوئلوں کو ٹھنڈا کیا، جسم پر چرکے کھائے، سینے پر زخم سجائے، آخر منزل مقصود پر پہنچ کر دم لیا، کامرانی وشادمانی کا زریں تاج اپنے سر پر رکھا اور پستی و گمنامی سے نکل کر رفعت و شہرت اور عزت و عظمت کے بام عروج پر پہنچ گئے۔

شہادت سیدنا عمر فاروق ؓ:

سیدنا فاروق اعظم ؓ کی مبارک زندگی اسلامی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس نے ہر تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیا، آپ نے حکومت کے انتظام و انصرام بے مثال عدل و انصاف، عمال حکومت کی سخت نگرانی، رعایا کے حقوق کی پاسداری، اخلاص نیت و عمل، جہاد فی سبیل اللہ، زہد و عبادت، تقویٰ و خشیت الٰہی اور دعوت کے میدانوں میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ انسانی تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انسانی رویوں کی گہری پہچان، رعایا کے ہر فرد کے احوال سے بروقت آگاہی اور حق و انصاف کی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہ کرنے کے اوصاف میں کوئی حکمران فاروق اعظم ؓ کا ثانی نہیں۔ آپ اپنے بے پناہ رعب و جلال اور دبدبہ کے باوصف نہایت درجہ سادگی فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے۔ آپ کا قول ہے کہ ہماری عزت اسلام کے باعث ہے دنیا کی چکاچوند کے باعث نہیں۔ (طبقات ابن سعد)

شہادت سیدنا حسین ؓ:

نواسۂ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا حضرت حسین ؓ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کے فضائل و مناقب، سیرت و کردار اور روشن کارناموں سے تاریخ اسلام کے صفحات بھرے پڑے ہیں، سیدنا حضرت حسین ؓ نے خاندانِ نبوت، فاتح خیبر سیدنا حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ ؓ کے نانا ہادی عالم ﷺ نے آپ ؓ کے کان میں بنفس نفیس اذان دی۔ اپنے پاکیزہ اور مبارک ہاتھوں سے شہد چٹایا۔ اپنا لعاب مبارک آپ کے منہ میں داخل فرمایا، دعائیں دیں اور حسین نام رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے آپ کی والدہ ماجدہ، اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی لخت جگر، خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ کو عقیقہ کرنے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنے کی تلقین فرمائی۔

سیدنا حضرت حسین ؓ نے اپنے نانا حضور اکرم ﷺ سے بے پناہ شفقت و محبت کو سمیٹا اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی آغوش محبت میں تربیت و پرورش پائی۔ جس کی وجہ سے آپ فضل و کمال، زہد و تقویٰ، شجاعت و بہادری، سخاوت و رحمدلی، اعلیٰ اخلاق اور دیگر محاسن و خوبیوں کے بلند درجہ پر فائز تھے۔

حضور اکرم ﷺ کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی آپ حضرت حسین ؓ کو گود میں اٹھاتے، سینہ مبارک پر کھلاتے، کاندھے پر بٹھاتے اور کبھی ہونٹوں پر بوسہ دیتے اور رخسار چومتے۔

میدان کربلا میں ظالم و سفاک حکمرانوں نے آپ کو شہید کر ڈالا، مگر سیدنا امام حسین ؓ کی شہادت کا اس ماہ محرم الحرام کی حرمت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سانحہ تو رسول اکرم ﷺ کی وفات سے پچاس برس بعد پیش آیا اور دین رسول کی حیات طیبہ میں مکمل ہو گیا تھا اگر بعد میں ہونے والی شہادتوں کی شرعی حیثیت ہوتی تو خسر مصطفیٰ، مراد رسول اور شہید محراب سیدنا عمر فاروق ؓ کی شہادت اور سیدنا عثمان ؓ کامل الحیاء والایمان کی مظلومانہ شہادت اس لائق تھیں کہ مسلمان ان کی یادگار مناتے اور اگر ماتم و شیون کی اجازت ہوتی تو اسلامی تاریخ میں یہ شہادتیں ایسی تھیں کہ اہل اسلام اس پر جتنی بھی سینہ کوبی اور ماتم و گریہ زاری کرتے کم ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سارے واقعات تکمیل دین کے بعد پیش آئے۔

شہادت فاروق ؓ و حسین ؓ میں ایک قدر مشترک:

مفکر اسلام مولانا زاہد الراشدی ارقام فرماتے ہیں: ”سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ اور سیدنا امام حسین ؓ کے تذکرہ میں ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ دونوں بزرگوں کی شہادت کا تعلق نماز سے ہے۔ حضرت عمر ؓ پر نماز فجر کے دوران حملہ ہوا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ امیر المؤمنین ؓ نے مسجد نبوی میں فجر کی نماز پڑھانے کا آغاز کیا، ابھی وہ اللہ اکبر کہہ پائے تھے کہ ابولولو مجوسی نے ان پر زہریلے خنجر سے وار کر دیا جس سے وہ گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے فوراً ان کی جگہ کھڑے ہو کر جلدی جلدی نماز مکمل کی۔ صحابہ کرام ؓ کے ہاں نماز کی اہمیت کیا تھی؟ اس کا اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پچھلی صفوں والے کہتے ہیں کہ ہمیں صرف اتنا پتہ چل سکا کہ اللہ اکبر حضرت عمر ؓ نے کہا تھا مگر قراءت میں آواز بدل گئی تھی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ فاتحہ کی قراءت کر رہے تھے۔ امیر المؤمنین ؓ کے زخمی ہو کر گر پڑنے کے باوجود پہلے نماز کی تکمیل کی گئی۔

اس حوالہ سے ایک اور واقعہ بھی مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ زخمی حالت میں بستر پر تھے اور طبیب حضرات مایوسی کا اظہار کر رہے تھے، اس موقع پر ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے اپنے زخمی والد محترم کو یاد دہانی کرائی کہ آپ ؓ کی فجر کی نماز ابھی باقی ہے۔ روایت میں ہے کہ دو مرتبہ حضرت عمر ؓ کو ان کے کہنے پر تیمم کرایا گیا لیکن وہ نماز شروع کرتے ہی پھر بے ہوش ہو گئے۔ مگر بیٹے کو آخر وقت تک یہی فکر رہا کہ کہیں میرے والد محترم ؓ کے ذمہ فجر کی نماز باقی نہ رہ جائے۔

جبکہ حضرت سیدنا حسین ؓ کی تو شہادت ہی نماز کے دوران سجدے کی حالت میں ہوئی۔ ہم ان بزرگوں کا تذکرہ تو کرتے ہیں مگر ان کا یہ آخری سبق ہمیں کس حد تک یاد ہے اور ہم نماز کی پابندی کے حوالہ سے ان کی کتنی پیروی کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔

(ماہنامہ نصرۃ العلوم، جنوری 2012ء)

الغرض: تاریخ کے ان واقعات کو بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم ان سے سبق آموزی اور عبرت پذیری کی عادت پیدا کریں، سرسری پڑھ کر چھوڑ دینے کے بجائے عمل کی نیت سے بار بار پڑھتے اور اپنا محاسبہ کرتے رہیں، ان شاء اللہ بہت جلد ایک صالح انقلاب ہماری زندگیوں میں آئے گا اور ہم بھی نیک تبدیلی کی طرف گامزن ہو جائیں گے۔ اللہ پاک توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

امارت اسلامیہ افغانستان کی جرأت مند قیادت کو سلام

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

شیطان کی نمائندہ سویڈش حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرأت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امارت اسلامیہ افغانستان نے سویڈن کی تمام سرگرمیاں معطل کر دی ہیں۔ ترجمان امارت اسلامیہ ذبیح اللہ مجاہد نے سوشل میڈیا پر جاری اپنے بیان میں کہا ہے کہ جب تک سویڈن سرکاری طور پر قرآن مجید کی بے حرمتی جیسے گھناؤنے جرم پر معافی نہیں مانگتا، اس وقت تک اس کی تمام سرگرمیاں معطل رہیں گی۔ انہوں نے کہا کہ دیگر مسلم ممالک کو بھی اہل ایمان کے عقائد کی توہین کی اس مذموم حرکت پر سویڈن کے ساتھ تعلقات پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ ہم امارت اسلامیہ کی جرأت مند اور نڈر قیادت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کا یہ اقدام امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ کی ادائیگی کا مظہر ہے۔ کاش امت مسلمہ کے اندر دو چار اور مسلم ممالک اسی طرح غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے تو سویڈن کو گھٹنے ٹیکنے پڑتے۔ بدقسمتی سے اس وقت امت مسلمہ میں حوصلہ مند اور بہادر قیادت کا فقدان ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ اور عمر بن عبدالعزیز ؒ جیسا ہونا تو دور کی بات ہے، فی الوقت حجاج بن یوسف جیسا باغیرت مسلم لیڈر بھی کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ ورنہ امت اس طرح اغیار کے ہاتھوں رسوا نہ ہوتی۔ ترکیہ کے صدر رجب طیب اردگان سے توقع تھی کہ وہ سویڈن کے ہٹ دھرمی پر مبنی ردعمل کا جواب دیں گے اور اس ضمن میں بھرپور کردار ادا کر کے سویڈن سے سفارتی تعلقات منقطع کریں گے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو شاید کچھ دیگر ممالک کو بھی ہمت ہوتی۔ انہیں چاہیے تھا کہ ناٹو چیف کے قرآن مجید کی بے حرمتی کی حمایت میں بیان کے بعد ناٹو اتحاد سے فوری طور پر علیحدگی کا اعلان کرتے، مگر انہوں نے یہ موقع ضائع کر دیا۔ موصوف حافظ قرآن اور علم دین سے بہرہ ور ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ قرآن مجید کی واضح ہدایات کو جاننے کے باوجود وہ یورپین یونین میں شمولیت سے ایک عرصے سے خواہشمند ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ یہ شیطانی اتحاد انہیں قبول کر لے، حالانکہ بقول اقبال ”فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے“۔ یہودیوں کے یہ ایجنٹ انہیں ہرگز شرف باریابی نہیں بخشیں گے۔ انہوں نے سرور انبیاء ﷺ کو جانتے بوجھتے تسلیم نہیں کیا تھا تو آپ کے امتیوں کو کیوں کر قبول کریں گے۔ نبی ﷺ نے ان کی مخالفتوں کے باوجود اپنی امت کی تشکیل کر دی اور دین اسلام غالب کر دیا تو سارے کفار بشمول یہود و نصاریٰ مایوس ہو گئے۔ اللہ کی نصرت اور حضور ﷺ کی محنت شاقہ کے نتیجے میں دین اسلام ایک مستقل نظام بن گیا اور خود اپنی حاکمانہ طاقت کے ساتھ قائم و نافذ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تکمیل کا اعلان فرما دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اب قیامت تک دین اسلام ہی دنیا کا واحد نظام ہوگا۔ جو طاقت اس کے راستے میں آئے گی اسے منہ کی کھانا پڑے گی۔ تکمیل دین کے اعلان کے ساتھ ہی اہل ایمان کو حکم ہوا ”تم ان (کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ) سے نہ ڈرنا بلکہ مجھ ہی سے ڈرنا۔“ دور خلافت راشدہ میں دین اسلام پوری آب و تاب کے ساتھ باطل کو مغلوب کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور اس وقت کی معلوم دنیا پر ایک غالب قوت کی حیثیت سے چھا گیا۔ باطل نے جہاں مزاحمت کی شکست اس کا مقدر ٹھہری۔ اس وقت وہ امت جسے بڑی محنت سے حضور نے کھڑا کیا تھا سرنگوں ہے اور ”امت واحدہ“ کی بجائے ”اقوام منتشرہ“ کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اسے کئی رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور گزشتہ کئی سالوں سے توہین رسالت اور بے حرمتی قرآن جیسے شرمناک مناظر بھی اسے دیکھنے پڑ رہے ہیں۔ کاش کوئی صلاح الدین ایوبی ہوتا جو امت کو اس رسوائی سے نکالتا۔ ان مایوس کن حالات میں امارت اسلامیہ افغانستان کی قیادت نے اللہ کی توفیق سے جس غیرت و حمیت ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل تعریف بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ پاکستان کی حکومت کو اس کی تائید کرنی چاہیے۔ تاحال نہ حکومتی سطح سے اس لائق ستائش کارنامے پر کوئی حمایتی بیان سامنے آیا ہے اور نہ ہی دینی حلقوں کی طرف سے کسی قسم کی حمایت کی گئی ہے۔ البتہ تنظیم اسلامی کے امیر محترم شجاع الدین شیخ نے اپنے پریس ریلیز اور خطاب جمعہ میں امارت اسلامیہ افغانستان کے اس اقدام کی تعریف کی ہے اور مسلم ممالک کے حکمرانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ امارت اسلامیہ افغانستان کے اس اقدام کی عملی تائید کرتے ہوئے اپنے سفیروں کو سویڈن سے واپس بلائیں اور سویڈن کے سفیروں کو اپنے ملکوں سے واپس بھیجیں۔ انہوں نے ترکیہ کو بھی ناٹو اتحاد سے علیحدگی کا مشورہ دیا ہے۔ او، آئی، سی کے لیے یہ ایک بڑا موقع ہے کہ وہ اپنا وجود ثابت کرتے ہوئے ممبر مسلم ممالک کو سویڈن سے سفارتی و تجارتی تعلقات منقطع کرنے کے لیے آمادہ کریں۔ اسی موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام مسلم ممالک کو او، آئی، سی کے پلیٹ فارم سے امارت اسلامیہ افغانستان کو تسلیم کرنے کا اعلان بھی کرنا چاہیے۔ اگر مسلم ممالک کے حکمران یہ کام کر گزریں تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ عالم کفر ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ ہم پورے اخلاص سے اپنے مسلم حکمرانوں کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ دو ارب مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کر کے عند اللہ اور عند الناس سرخرو ہو جائیں اور حدیث مبارک میں وارد بیماری ”الوھن“ سے نجات پانے کی کوشش کریں۔ اللہ توفیق دے۔ قائدین امارت اسلامیہ افغانستان نے ان کے سامنے مثال پیش کر کے ان پر ویسے بھی اتمام حجت کر لیا ہے۔ ان گزارشات سے ہمارے پیش نظر نصح و خیر خواہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ ❁❁❁

بقیہ: کار تریاقی

100 ارب ستاروں میں سے ایک ہے۔ سورج فی نفسہٖ آگ اگلتی ایک جہنم ہے۔ اللھم اجرنا من النار یا مجیر یا مجیر یا مجیر۔ ایمان لانے کو مزید کیا درکار ہے؟

اس سب کے باوجود ہم کائنات کے 95 فیصد سے لاعلم ہی ہیں۔ یعنی جو بہت کچھ کیا، جانا جا چکا وہ صرف کائناتی علوم کا 5 فیصد ہے! (Euclid خلائی مشن کے سربراہ کے مطابق: AFP رپورٹ۔ 2 جولائی) اس 5 فیصد پر ہمارے سیکولر پھولے نہیں سماتے اور اتنے محدود علم پر الحاد پر مصر ہیں۔ بغیر علم و لا ھدی و لا کتب منیر... بلا علم، ہدایت اور روشنی عطا کرنے والی کسی کتاب کے ان پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے...... سائنس، قرآنی ایمان کو یقین کی قوت عطا کرتی ہے۔ الحاد، نفس پرستی اور نفسانیت کا کریہہ مرض ہے۔ بے جڑ، بے بنیاد!

مشرق سے ہو بے زار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر شب کی سحر کر

کہہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ہم جس دور میں جی رہے ہیں اس میں چہار جانب سائنس اور ٹیکنالوجی کی مبہوت کن، برق رفتار کارفرمائی کی چکاچوند ہے۔ نبی ﷺ کی نبوت نے جس دور کا افتتاح کیا، وہ علم کا دور تھا۔ ہر آنے والے دن کے ساتھ ہمہ نوع علوم وسعت پذیر ہوتے چلے گئے۔ پہلی وحی سے ہمیں علم کے آداب سکھائے گئے۔ آسمان وزمین، خالق ومخلوق مابین روابطے، ہم کلامی کا شرف 'اقرأ' سے شروع ہوا۔ پڑھوا رب کے نام کے ساتھ پڑھو!) 'رب!' جس نے پیدا کیا۔ (صرف تخلیق نہیں۔ ربوبیت: یعنی پرورش تعلیم، تربیت، باریک بینی سے تہذیب سکھانے والا!) عین وہی جو ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی کہانی میں سلام کرنا سکھاتے، چھینک آنے پر کلمات، علم الاسماء، علم الاشیاء اور پھر تکمیلی علمِ حقیقی، نبوت سکھاتے دیکھا۔ جسم وروح دونوں کا جامع کامل علم۔ ہمارے باپ آدم اور اماں حوا، علم کی روشنی سے منور، الٰہی مدرسے سے، جنت کی پاکیزہ پرفضا لگژری میں تعلیم سے فیض یاب ہوکر اس سیارے پر لا آباد کیے گئے۔ زمین کو ان کی تمام ضروریاتِ زندگی کے مطابق ہموار کیا گیا۔ ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل، یہ گھٹائیں۔ یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں۔ یہ کوہ یہ صحرا، یہ سمندر یہ ہوائیں!

ہم خاتم النبیینؐ کے امتی، آخری پیغام سے نوازے گئے۔ ظاہری علوم اب اس دور میں غیر معمولی حدوں کو چھونے تھے، باطنی علوم بھی مکمل حفاظت کے ساتھ اس پتلا خاکی کے جوہرِ اصلی کے تحفظ اور ارتقاء کے لیے عطا ہوئے۔ خودی شناس اقبال نے فرشتوں کی زبان سے آدمؑ کو زمین پر اترتے ہوئے الوداعیہ کلمات میں کہلوایا تھا:

گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر گاہی
اسی سے ہے ترے نخل کہن کی شادابی!

قیمتی ترین متاع؟ گریۂ سحر گاہی! مسلمان بیک وقت گنبدِ افلاک میں تحقیق وتجزیہ اور گریۂ سحر گاہی لیے ہوئے دنیا پر حکمران تھا۔ یورپ چھٹی صدی عیسوی کے تاریک دور سے 14ویں صدی تک علم وفضل سے دور ہلکہ (چرچ کے ہاتھوں) اسے گردن زدنی قرار دیتا رہا۔ تین براعظموں تک مسلم حکمرانی پھیلی ہوئی تھی۔ 800ء تک ایران عراق علومِ فلکیات اور رصدگاہوں کے مراکز بن چکے تھے۔ دیگر شعبوں کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ گردورانِ خون کا نظام بھی مسلم سائنس دان ابنِ نفیس نے ولیم ہاروے سے 300 سال پہلے دریافت کرلیا تھا لیکن مشہور ولیم ہاروے ہوا۔ (مشہوری کا فن ان کے پاس رہا!) پھر یہ سب یورپ والے ہمارے علم کے موتی، کتابیں 'ہمارے آباء کی لے گئے، اپنے ہاں انہوں نے علوم کی آبیاری کی۔ آج بھی چاند پر 24 گڑھے (Crater) مسلم سائنس دانوں اور 200 ستارے مسلمانوں کے نام پر ہیں جو ان علوم پر اعلیٰ دسترس کے حامل تھے۔ پھر دنیا پرستی نے ہمیں کند ذہن، کسل مند کردیا۔ اب وہی ہم ہیں کہ:

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

آج اللہ کی پہچان سے عاری، انبیاء کی تعلیمات جھٹلا کر اپنا ناطہ ڈارونی بندر سے جوڑ کر بے خدا سیکولر مغرب ان علوم بحرِ بے کنار کا شناور ہے۔

قرآن جا بجا انسان کو عظیم وبرتر رب کی شاندار نشانیوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ وقت کے ساتھ مبہوت کن حقائق سامنے آرہے ہیں۔ اللہ سورۃ الواقعہ میں اپنی نشانیوں پر متوجہ کرنے کے بعد فرماتا ہے۔ ''پس اے نبیؐ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔ پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مواقع کی، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے کہ یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے، ایک محفوظ کتاب میں ثبت، جسے مطہرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے'۔ (80-74) چلیے اللہ کی کائنات میں جھانک کر کچھ مناظر دیکھتے ہیں۔ یہی بلیک ہول کا عکس دیکھیے جو ملکی وے کہکشاں میں محفوظ کیا گیا ہے۔ ملکی وے کہکشاں، خلاء میں ہمارا گھر ہے۔ (یعنی جس میں ہماری زمین واقع ہے) یہ کہکشاں کم از کم 100 ارب ستاروں پر مشتمل ہے۔ ہماری کہکشاں کے درمیان میں ایک جسیم خلائی وجود، M-87 جو ہمارے سورج سے 4 ملین (40 لاکھ) نا بڑا ہے کی خبر کئی دہائیوں سے تھی۔ بلیک ہول خلاء کے وہ حصے ہیں جہاں کششِ ثقل اتنی بے پناہ ہوتی ہے کہ وہ سبھی کچھ نگل جاتے ہیں۔ ستارے، سیارے، گیس، ہر قسم کی برقی مقناطیسی ریڈی ایشن نگل جاتا ہے۔ M-87 ہماری زمین سے 54 ملین نوری سال کے فاصلے پر ہے۔ (روشنی ایک سال میں 5.9 کھرب کلومیٹر طے کرتی ہے جو ایک نوری سال کہلاتا ہے۔)

تاروں کے مواقع کی قسم جسے رب تعالیٰ نے بہت بڑی قسم کہا، کی ایک جھت ناسا کی جیمز ویب خلائی ٹیلی سکوپ سے سامنے آتی تصاویر بھی ہیں۔ سالماتی بادل (Molecular Cloud) کی تصویر ہے جہاں ستارے اور سیارے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک طرف زمین پر ننھے منے بلیوں، خرگوش کے بچے خوبصورت جیتے جاگتے لچکتے نرم ملائم وجود، دوسری جانب مہیب سیاروں ستاروں کی پیدائش اور ان کے مقامات! ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ (المؤمن) اللہ آیاتِ کائنات دکھا کر ہم سے یہ پوچھتا ہے ''وہ ہے اللہ تمہارا رب جو ہر چیز کا خالق ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں' تو کہاں سے تم پھرائے جا رہے ہو!''

سو اطاعت، فرمانبرداری، ہر شعبۂ زندگی پر اقتدار وحکمرانی، 'الدین' اسی کا حق ہے۔ قرآن کی آیات پکار پکار کر رب تعالیٰ کی جو عظمت بیان کرتی ہیں اب ان کی تصدیق ہر آن سائنس ہمہ جہت کر رہی ہے۔ آج کے انسان کے پاس 'الحق' جھٹلانے کی گنجائش نہیں ہے۔ کجا یہ کہ مسلمان کے پاس؟ پلولرازم کا جاہلی نظریہ آج کفر کی ضرورت ہے۔ یعنی یہ کہ 'میرا مذہب (بالخصوص اسلام) ہی سچائی کا مصدر نہیں ہے۔ دیگر مذاہب میں بھی حق ہوسکتا ہے۔ مختلف مذاہب عالمگیر سچائی کی الگ الگ تعبیرات ہیں۔ اسلام کو کوئی امتیاز حاصل نہیں۔' (ساری جہالتوں کی یکجائی لیے مغرب اور گئو موترا، بت پرستی میں ڈوبا بھارت؟) رہی جہنم کی شدت اور کھولاؤ..... تو سورج کو دیکھ لیجیے۔ زمین جیسی 10 لاکھ زمینیں اس میں فٹ ہوسکتی ہیں۔ سورج کی سطح 10 ہزار فیرن ہاٹ درجے گرم ہے۔ مرکز میں یہ 27 ملین درجہ F گرم ہے۔ جو نیوکلیئر ری ایکشن کی بنا پر ہوتا ہے۔ سورج ملکی وے میں (باقی صفحہ 16 پر)

Prophet *(SAAW)* was challenged by the reactionary movements on the Arab land, the same happened with the conquests of those two Caliphs. The first target of these reactionaries was the person of Omar *(RAA)* who was assassinated by Abu Luloo Feroze, a Parsi slave from Persia. It was purely a Persian plot hatched by Hurmuzan, a Persian general, who thought that if Omar *(RAA)* was removed from the scene, the empire of Islam would fall like a house of cards. But by the grace of Allah *(SWT)*, it survived the calamity. Abdullah Ibn Saba, a Jew from Yemen, under the garb of a Muslim, took his sojourn at Madinah. He had all the trappings of an expert plotter and the Jewish genius at intrigues, an attribute of his clan. He planted subversive ideas among the people. He pleaded for the usurped rights of the house of the Prophet *(SAAW)*, carried out a propaganda campaign against Caliph Uthman *(RAA)* and incited the people to revolt. He declared Ali *(RAA)* to be the rightful successor to the Prophet Muhammad *(SAAW)* and dubbed Uthman *(RAA)* as a usurper. He told people that every Prophet has a wasee and Ali *(RAA)* is the wasee of Prophet Mohammad *(SAAW)* and, therefore, entitled to be the caliph after the Prophet. He also preached the divinity of Ali *(RAA)*, thus striking at Tauheed, the very root of Islam. The Persians, who had embraced Islam only a few years before, were taken in by this propaganda because they had a long history of kingship and hero-worship. They were familiar with the divine rights of kings, and hero-worship was diffused in their blood. They readily accepted these ideas and became their champions. Similarly, Abdullah Ibn Saba floated another viewpoint related to the second appearance of Prophet Isa *(AS)*. He argued that Prophet Muhammad *(SAAW)*, who is the best amongst the prophets of Allah *(SWT)*, would also appear with Christ, for the contrary would imply that he is inferior to Prophet Isa *(AS)*. Unsophisticated and illiterate Muslims saw a point of adoration in it for Prophet Muhammad *(SAAW)* and fell an easy prey to that sort of propaganda.

Abdullah Ibn Saba travelled all over the Muslim lands and set up his propaganda centers at Basra and Kufa, but his attempts failed in Damascus. Then he went to Egypt where he formed a party of his supporters. Consequently, the last two years of Caliph Uthman's reign were filled with machinations, intrigue, and turmoil all over Muslim territories. It culminated in the most unjustified murder (martyrdom) of Caliph Uthman *(RAA)* who was the ruler of a vast empire and had tens of thousands of soldiers under his command but refused to shed the blood of Muslims in self-protection. Governors of provinces from all over the empire besought the Caliph to allow them to send troops to quell the uprising and to protect his person from the rebels who had surrounded his residence, but he remained strict and steadfast in his decision. It is perhaps a unique and unprecedented episode in the entire history of mankind that a very powerful man, like the Caliph Uthman *(RAA)*, refused to use authority for his personal safety and let himself be assassinated. May Allah *(SWT)* shower His blessings on him.

<u>Ref</u>: An excerpt from the English translation of the Book "سانحہ کربلا"byDr Israr Ahmad *(RAA)*; "The Tragedy of Karbala" [Translated byCommander (retd.) Muhammad Tufail]

The Tragedy of Karbala

On the 10th of Muharram Al-Haram, 61 A.H., a most abominable and tragic event occurred in the desert of Karbala that resulted in the martyrdom (shahadah) of Hussain Ibn Ali *(RAA)*, the grandson of our Prophet *(SAAW)* and the son of his daughter, along with most of the members of his family and their supporters. It should be borne in mind that this tragedy did not take place all of a sudden like a bolt from the blue. It was in fact the manifestation of the plot of Sabayees which had claimed the life of Uthman *(RAA)*, the third Caliph and the son-in-law of the Prophet *(SAAW)* twenty-five years earlier. Caliph Uthman's martyrdom took place on 18th of Dhu Al-Hajj, 36 A.H.

We must not overlook the fact that the struggle between the forces of good and evil is a continuous process which never ends. In the history of mankind, evil has reigned supreme most of the time whereas the triumph of good has been sporadic and short-lived. Another well-established fact is that the evil forces, even if subdued and subjugated, never acknowledge total defeat. On the contrary, they become submissive for a while and lay low, waiting for an opportunity to strike back. Often the evil forces, when subdued, go underground but never abandon their struggle to cause rift and strife among their opponents. The Prophet of Islam *(SAAW)* brought about an incomparable and unprecedented revolution in the history of mankind, a unique miracle for all times, and established a state and government to dispense justice to the people over a vast tract of the globe. In the words of the Qur'an: "...the Truth came and the falsehood vanished..."(Al-Isra 17:81)

But toward the end of the Prophet's revolution, the evil forces put on a disguise and lay low, waiting for the right moment for a counter-attack. Thus, immediately after the demise of the Prophet *(SAAW)*, insurgencies raised their ugly heads against the Islamic state. False prophets and those who defied Zakat challenged the central authority and waged wars against the state of Al-Madinah Al-Munawwara. These were the counter-revolutionary forces, determined to disintegrate the newly established Islamic state; but through resolute and prompt action, Abu Bakr Siddique *(RAA)*, the first Caliph, defeated them and consolidated the achievements of the Prophet's Islamic Revolution. It was a great service to Islam rendered by the first Caliph who had a short but glorious reign.

In the next twenty years which include the reigns of Omar *(RAA)* and Uthman *(RAA)*, the second and third Caliph of Islam, many more countries were conquered under the banner of Islam and the Muslim empire extended over a vast expanse of the globe, comprising Iraq, Syria, Iran on one side and a large part of North Africa including Egypt and Morocco on the other. But the historical process has its immutable laws. As the Revolution of the

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.28

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore